Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE
EID SPECIAL NOVEL
تم ساتھ چلو
شفق اقبال

تم ساتھ چلو

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از قلم شفق اقبال

All Rights Reserved

Copyright: Shafaque Iqbal (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

تم ساتھ چلو کے تمام جملہ حقوق لکھاری " شفق اقبال" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس بے کراں کائنات میں سیاروں اور ستاروں کے درمیان اس زمین کے سات براعظم، ان میں ایک برصغیر، اس کا ایک ملک، ملک کی بڑی سی ریاست کے چھوٹے سے قصبے کے چھوٹے سے گاؤں کے بڑے سے رقبے پر اکڑ کر کھڑی ایک وسیع و عریض حویلی، وہ عالیشان حویلی جو نہ پوری طرح گاؤں میں تھی نہ مکمل طور پر شہر، درمیان میں کہیں شہر اور گاؤں کو ملاتی ہوئی اور اس حویلی کے مکین جو دونوں طرف برابر جڑے ہوئے تھے۔

حویلی کا کھلا سا صحن اتنا کشادہ تھا کہ شہر کے دو محلے بہ آسانی اپنی کرکٹ میچ یہاں منعقد کرا سکتے تھے۔ صحن کے کنارے پر پودوں کی قطاریں تھیں جس میں مختلف اقسام کی سبزیاں اور پھول پھل شامل تھے۔ ایک طرف باڑ تھی جس کے پار بڑے بڑے ڈربے اور پنجرے تھے جو فی الوقت خالی تھے۔ غالباً چرند پرند دانے چگنے اور سیر سپاٹے کو نکلے ہوئے تھے۔ وسط میں املتاس کا درخت ایک شان سے اپنی شاخیں پھیلائے کھڑا تھا۔ املتاس کے زرد پھولوں کی چادر سے سارا صحن سجا ہوا تھا۔ اس پیلے پھولوں والے پیڑ کے نیچے لکڑی کی بہت سی مچانیں بچھی ہوئی تھیں جس میں سے ایک پر وہ ساٹھ، ستر کی صدی کا اداس ہیرو بنا سر کے نیچے ہاتھ رکھے لیٹا نظروں کا زاویہ ایک نقطے پر ٹکائے اوپر کہیں دیکھ رہا تھا۔

حویلی کی کھڑکی سے نظر آتے اس منظر کو دیکھنے والی سیاہ چمکتی آنکھوں کو یہ ہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ہمیشہ کی طرح وہاں دراز ہو کر اپنا پسندیدہ مشغلہ دہرا رہا تھا یعنی املتاس کے پھولوں کو گرتا دیکھ کچھ گنگنا رہا تھا مگر اصل میں اس کی نظریں اسی کھڑکی پر جمی ہوئی تھیں۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میرا بھی قصہِ غم کہنا شہِ عرب سے طیبہ کے جانے والے.."رمضان کا احترام تھا کہ کسی بالی وڈ کے گانے کی بجائے آج کل اس کے لبوں سے نعت و نشید ادا ہو رہی تھی۔کچھ وہ ہمیشہ کے برعکس اداس بھی نظر آ رہا تھا۔

حویلی کی تیسری منزل پر تخت پہ گھٹنوں کے بل چڑھے وہ پردے کی اوٹ سے اسے دیکھ رہی تھی۔بہت دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد اس نے اپنا فون اٹھا کر اسے کال ملائی۔

"کون؟"فون بجا اور اس کی بھنویں سکڑ گئیں،انداز کو کرخت بنانے کی ناکام کوشش کرتا وہ یونہی لیٹے لیٹے مخالف سے سوال کر رہا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں..اور کون فون کرے گا تمہیں؟"اس نے بھی ناک نکوس کر جواب دیا۔

"بہت سے لوگ کر سکتے ہیں..کم از کم تمہارے کال کی امید تو نہیں تھی۔"ہوا سے ہلتی شاخیں ہر کچھ پل سے کھڑکی میں نظر آتی ہیروئین صاحبہ کی جھلک دکھا رہی تھیں۔ہیرو نے ٹھنڈی آہ بھری..

"توکیا مدنی چینل والوں کی کال کی امید تھی؟ وہ تمہیں کال کرتے اور کہتے جناب محمد منیب شاہنواز قبلہ ہمارے ہاں آیئے اور اس بابرکت مہینے کے تقدس کو اپنی نعت خوانی سے دوبالا کر دیجیے.." وہ تپ کر شروع ہوئی اور اس کو ہنسنے پر مجبور کر گئی جانے ایسے طنز کے تیر وہ اپنے ترکش میں کہاں سے بھر کر لاتی تھی؟

"ایسے کون مناتا ہے یار؟" اپنی ہنسی کو اپنے اندر دبا کر وہ ناراضگی سے بولا۔

"تو ایسے غصہ کون ہوتا ہے؟ اور ویسے بھی میں نے تمہیں منانے ونانے کو کال نہیں کی ہے۔" اس نے بات بنائی۔

"پھر کیا میری نعت سننے کو کی ہے؟" وہ ہتھے سے اکھڑ گیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے منیب؟" وہ اب زچ آچکی تھی۔ کچھ دنوں سے تو وہ خود ہی اس سے کترا رہی تھی لیکن بھلا کب تک اگنور کر سکتی تھی؟ اس سے بات کیے بغیر اس کا گزارا بھی تو نہ تھا۔

"میرا مسئلہ یہ ہے کہ اس گھر میں کوئی میری نہیں سنتا تم سمیت.." وہ شکایتی ہوا۔

"جب ابا میاں کہہ چکے ہیں عید کے بعد رسم کر دیں گے تو تمہیں کیا اختلاف ہے؟" اس کی زبان سے پھسلا اور وہ خود ہی کہہ کر پچھتائی۔

"آہم.. کس چیز کی رسم محترمہ آن شہباز؟" وہ دل جگر کھول کے محظوظ ہوا۔

"تمہارے منڈن کی! تم انتہائی فضول ہو وہیں مچان پر سڑتے رہنا اب"!..

وہ جھینپ کر ایک دم سے بھڑکی اور کھٹاک سے فون بند کر دیا۔ پردہ چھوڑ کر اس نے فون تخت پر پھینکا اور خواہ مخواہ دھڑکنے والے دل کو تھامے وہیں بیٹھ گئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

رمضان کی مبارک چاند رات کو صادق صاحب نے جانے کیا سوچ کر دھڑا دھڑ ابچوں کی شادیاں طے کر دی تھیں۔ عالیہ پھوپھی کی بڑی بیٹی ثانیہ پہلے سے شاہنواز کے بڑے بیٹے مزیب سے منسوب تھی جبکہ منجھلے شہباز کی بڑی لڑکی جویریہ، چھوٹی پھوپھی کے جان نشین کے ساتھ تین سال پہلے ہی بیاہی گئی تھی۔

چھوٹے شہروز کو تین بیٹیاں تھیں اور تینوں ہی ابھی چھوٹی تھیں، آن سے چھوٹے دو بھائی تھے وہ بھی سکول جاتے تھے۔ لڑکوں میں بس اب منیب تھا اور اس کو یہ ہی اعتراض تھا کہ کوئی اس کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہیں رہا۔ ابا میاں نے اپنی سب سے لائق فائق پوتی کا رشتہ اپنے سب سے الھڑ پوتے سے کر کے گویا سب کی جان بخشی کر دی تھی۔ ان کے ساتھ چھوٹی پھوپھی کی رشدہ کی بات بھی بڑی پھوپھی کے ثمیر کے ساتھ پکی کی گئی تھی۔ طے پایا کہ عید کے بعد مزیب اور ثانیہ کا نکاح اور منیب اور آن کی منگنی کی رسم ادا کر دی جائے گی۔ سب ابا میاں کے فیصلے پر راضی خوشی تھے ماسوائے آن اور منیب کے۔ آن تو سرے سے اس رشتے پر تیار ہی نہ تھی اور محمد منیب کو اس بات پر اعتراض تھا کہ بھائی کی باقاعدہ شادی کروانے کو تھے اور اس کو بس منگنی پر ٹرخایا جا رہا تھا یہ کہاں کا انصاف تھا بھلا؟

تب سے ہی ہر وقت ادھر ادھر پھلانگنے والا منیب اب اکثر سب سے ناراضگی کے اظہار کے طور پر گوشہ نشین ہو جا رہا تھا۔ باقی کسی نے تو اس کے احتجاج کا نوٹس نہ لیا البتہ آن شہباز نے ضرور بھانپ لیا تھا۔ گو کہ وہ بس اسے منانا چاہتی تھی لیکن منگنی کے متعلق بات قطعاً غیر ارادی طور پر اس کے منہ سے پھسلی تھی اور اب وہ کھڑکی کھولنے پر دل کھول کر پچھتا رہی تھی، نہ وہ کھڑکی کھولتی نہ دھر میندر کی چھٹی کا پی کا خفا چہرہ اس کی نظروں میں آتا نہ وہ اس کی خفگی دور کرنے اسے کال کرتی اور نہ۔ خیر اب پچھتائے کیا ہوت جب...

فون منقطع ہوتے ہی جُھلتا پردہ دیکھ وہ ایک ہی جَست میں اٹھا اور حویلی کے اندر دوڑا، لمبے لمبے ڈگ بھرتے سیڑھیاں طے کر کے وہ لاؤنج کارخ کر چکا تھا۔ پیلے پردے والی کھڑکی میں عنابی رنگ کا سوٹ پہنے وہ لاؤنج کے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ اس کی آمد پر آن نے خود کو کمپوز کیا اور ناک بھون چڑھالی۔

"اونہواونہو.. تو کیا کہہ رہا تھا کوئی عید کے بعد کیا ہے؟" اسے زیادہ مزہ اس لئے بھی آرہا تھا کہ آن نے کھلم کھلا اس رشتے سے اختلاف کیا تھا اور اب اس کے اعتراض کو محسوس کرنے والی بھی وہ ہی تھی۔

"تمہارے بھائی کی شادی ہے اتنی کمزور ہے تمہاری یادداشت؟" وہ پہلے ہی ہتھے سے اکھڑی ہوئی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میری یادداشت تو الحمدللہ بہت اچھی ہے تمہاری شاید اب جا کر ٹھیک ہوئی ہے۔"

"تو تم اپنی یادداشت فلیکس کرنے آئے ہو؟"

"نہیں تمہیں یاد دلانے آیا ہوں ابھی کیا کہا تھا کال پر.. رسم؟" وہ تخت کے پاس کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا ہو گیا تھا اور آن کو اپنی جان جاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

عجیب بات یہ تھی ایسی حالت اس کی اس سے قبل کبھی نہ ہوئی تھی۔ بچپن میں وہ کبھی جانی دشمن تو کبھی جے ویرو تھے۔ ان کی جوڑی سلویسٹر اور ٹویٹی سے کچھ کم نہ تھی، گھنٹوں کے حساب سے وہ لڑتے تھے اور پہلے تو باقاعدہ طور پر ہاتھا پائی ہوتی تھی ایک دوسرے کے بال کھینچے بغیر تو ان کا گزارا نہیں تھا۔ ہفتے دو ہفتے میں گویا رِنگ لگتا تھا اور ڈبلیو ڈبلیو ایف کا لائیو شو بغیر سکرپٹ کے پیش آتا تھا۔ دونوں کی مائیں ان سے تنگ تھیں کیونکہ اگر کسی کو ڈانٹتے ہوئے کون صحیح کون غلط بتاتے وقت کہیں اونچ نیچ ہو جاتی تو درمیان میں آنے والے ریفری کی شامت آ جاتی تھی۔ یعنی وہ دونوں پھر ایک ہو کر ریفری کو اس کی غلطی بتاتے تھے بلکہ ان کی ناک میں دم کرتے تھے۔ منیب کہتا آپ نے آن کو کتنا ڈانٹ دیا وہ رو رہی ہے اب میں آپ سے بات نہیں کروں گا یا آن اس کی سائیڈ لیتی کہ پہلے اس کو دھکا میں نے دیا تھا تو سزا بھی مجھے دیں صرف اس کو کرسی کیوں بنا دیا.. بچپن تو ختم ہوا اور ساتھ ان کی مکالات والی لڑائیاں بھی دم توڑ گئیں البتہ ایک دوسرے کی ٹانگیں اب بھی وقتاً فوقتاً وہ کھینچنا نہ بھولتے تھے۔ کبھی کبھار چپت رسید کر دی جاتی تو کبھی منیب کو دھکا نواز دیا جاتا کبھی آن کی چوٹی کھینچی جاتی بس رِنگ اب نہیں لگتا تھا، بچپن اور اب میں فقط انیس بیس کا فرق تھا۔

جب سے ان کے رشتے کی بات چلی تھی آن کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا لیکن یہ بس چند دنوں تک تھا اس کے بعد اس نے کہا نہیں تھا البتہ اس بات کو وہ قبول کر چکی تھی۔ اور حیرت کی بات تھی کہ نہ صرف قبول کیا تھا بلکہ انوکھی کیفیات کا سلسلہ اس کے اندر چل نکلا تھا جسے عقل مند اور سمارٹ آن شہباز نے عجیب و غریب، weird feelings کا نام دیا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

آن کے برعکس صدا کاڈبو اور سلو تھ کی خوبیوں والا منیب اس معاملے میں کافی جلد باز ثابت ہوا تھا۔ اپنے جذبات سے کچھ روشناس وہ پہلے بھی تھا اور دل تھا کہ اپنی مراد پوری ہوتے ہی کھلے سانڈ کی طرح سارے گراؤنڈ میں آزادانہ دوڑ رہا تھا اس کے دوڑتے بھاگتے جذباتی دل کو آن اپنے پرانے انداز و اطوار سے ایک انگلی سے روک دیتی تھی۔ مگر آج گویا اس نے رشتے کو مان لیا تھا وہ دل کھول کر سرشار ہوا دل دیوانہ وار ادھر ادھر کودتا پھاندتا چھلانگیں لگا رہا تھا۔

"تمہیں روزہ لگ رہا ہے جاؤ جا کر سو جاؤ نیند پوری ہو جائے گی تو الٹی سیدھی باتیں بھی نہیں کرو گے۔" اپنے دل پر کمانڈ اس نے حاصل کر لی تھی تبھی کچھ اکڑ کر بولتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم نے کیا سحری میں مرچیں چبائی تھیں؟ دو منٹ نرمی سے بات نہیں کر سکتیں.." قدرے نروٹھے انداز میں کہتا وہ دیوار چھوڑ کر آگے بڑھا اور اپنی شامت بلوالی۔

آن جو اپنا فون لینے مڑی تھی پلٹی تو اس سے ٹکرا گئی ابھی ابھی سنبھلا دل یکایک ہی زور زور سے چلانے لگا نہیں مطلب دھڑکنے لگا۔

"دور رہو مجھ سے!" اس نے دونوں ہاتھوں سے اسے ایسا دھکا دیا کہ وہ دیوار سے جا ٹکرایا۔

خود وہ بوکھلا کر اسے دھکیل کر لاؤنج کے دروازے کی جانب بڑھی اور پاؤں گویا سر پر رکھے وہاں سے نکل کر بھاگی تھی۔

"آیا بڑا نرمی سے بات نہیں کر سکتی.." اس نے اس کی نقل کی اور سیڑھیاں اترتے ہوئے باوجود کوشش کے اپنی مسکراہٹ نہ چھپا سکی۔ اس کے سوٹ پر بنے سرخ پھولوں سے سرخی اڑ کر اس کے گالوں میں سما گئی۔ لب کاٹتے ہوئے اترتے وہ رسم کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" چھوٹی چچی کچن سے نکل رہی تھیں اسے یوں مسکراتا دیکھ پوچھے بغیر نہ رہ سکیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی.. کچھ نہیں.." ان کے پوچھنے پر مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوئی۔

"پگلی!" سیڑھیوں کے دہانے پر منیب نظر آیا تو وہ اس کی سرخیوں کی وجہ بھی سمجھ گئیں۔

رابعہ نے اس کے گلنار گالوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ بڑوں نے اس کے انکار کو سنجیدگی سے نہ لیا تھا۔ ابا میاں کی زیرک نظر جیسے ان کے دلوں کے جھکاؤ سے واقفیت رکھتی تھی تبھی تو انہوں نے کسی تامل کے بغیر منیب جیسے بے نتھے بیل کو سر پھری آن کے متھے لگادیا تھا۔

***

رمضان کریم کا عشرۂ رحمت جاتے جاتے اس پر رحمت کا سایہ ڈال گیا تھا، پہلے دس روز قدرے سست روی سے گزرے تھے جبکہ دوسرا عشرہ پلک جھپکنے میں مکمل ہوا اور قبولیت والی افضل ترین راتوں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ طاق راتوں کے توسط سے سب ہی عبادتوں میں پہلے سے زیادہ مصروف و مشغول ہو گئے، فجر کی نماز کے بعد قرآن کی تلاوت یوں بھی اس گھر کے مکینوں کی مشترکہ عادت تھی جو مرحومہ اماں جان نے سب کو لگائی تھی۔ تلاوت کے بعد سکول کالج جانے والے اپنی اپنی راہوں پر گامزن ہو جاتے تھے اور مرد حضرات روزی پر نکل جاتے تھے۔ آج کل گھر میں سب سے زیادہ فراغت اسی کو میسر تھی اور اس کی جوڑی جس کے ساتھ وہ شغل میلہ لگانے کا عادی تھا وہ خود یا تو عبادت میں یا امی اور چچیوں کے سنگ بھائی کی شادی کی تیاریوں میں مصروف رہتی تھی۔ گھر کا ماحول پرسکون سی گہما گہمی سے لیس تھا۔ بدمزگی یوں بھی اس حویلی کی مہمان کبھی نہ رہی تھی مگر اب تو مسرتوں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ آخری روزوں میں خواتین نے شادی کی تیاریاں مکمل کر کے اب عید کی تیاریاں بھی شروع کر دی تھیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ دن چڑھے تک سونے کا عادی تھا، من بنتا تو ابو اور چچا کے پاس چلا جاتا، شروع کے روزوں اور بلکہ اس سے بھی ہفتہ دو ہفتہ پہلے سے وہ باقاعدگی سے کام پر جانے لگا تھا۔ ان کا کھجور اور میوہ جات ایکسپورٹ کا وسیع کاروبار تھا، رمضان کے طفیل سے کھجوروں کا بزنس ان دنوں عروج پر ہوتا تھا سو وہ بھی چلا جاتا تھا اور اب آخری روزے تھے کام اتنا نہ تھا۔ کچھ وہ بھی مستقل مزاجی نہ رکھتا تھا البتہ گھر میں خواتین کی مدد کو ہما وقت حاضر رہتا تھا۔ پردے بدلنے ہو یا دہی لانا ہو، چھت جھاڑنی ہو یا پنکھا صاف کرنا ہو یا ٹیریس کی دھلائی ہو گویا ہر ایسا کام جس میں امی اور دونوں چچی کو دقت پیش آتی تھی وہ منیب راضی خوشی کر لیتا تھا اور منیب کی غیر موجودگی میں ایسے اوٹ پٹانگ کام آن سر انجام دیتی تھی۔ منیب ہی تھا جس نے اسے بلب بدلنے، پنکھے یا چھوٹی موٹی چیزوں کی مرمت بھی سکھا دی تھی۔ خود اس کی موجودگی میں باہر سے الیکٹریشن کو بلانے کی ضرورت بھی پیش نہ آتی تھی۔ شاہنواز صادق جو اس کی غیر ذمے دارانہ طبیعت سے عاجز تھے اس کے ایسی کارآمد عادتوں پر بھی اس سے مطمئن نہ ہوتے تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

چونکہ وہ سوتا پڑا تھا سو وہ دبے پاؤں اس کے کمرے آئی تھی اور چپ چاپ اس کے کمرے کی جھاڑ پونچھ کرنے میں لگی تھی۔ وہ خود آنا بھی نہیں چاہتی تھی یا کم از کم اس کی موجودگی میں تو ہرگز نہیں لیکن امی کبھی کبھار حد درجہ کھلی ذہنیت کا مظاہرہ کر جاتی تھیں یا شاید دور اندیشی کا کہ آگے جا کر بھی تو اسے ہی کرنا ہے تو اب سے ہی شروع کر دے.. ایک دفعہ پھر مستقبل کا خیال اور اس کے ساتھ بدلنے والے رشتے کا سوچ کر آن کا دل ہولا اور وہ خود سے پھر بولی۔ عجیب!

"بغیر پروں کی ٹڈی جب نہیں پہنچ رہا تھ تو کیوں پھڑ پھڑا رہی ہو؟"

اپنے پیچھے اس کی بھاری آواز پر وہ پتھر کی ہوگئی، ہاتھ سے جھٹکنی چھوٹ گئی۔ وہ شو کیس کے اوپری خانوں پر سجی کاروں کی چھوٹی چھوٹی ماڈل پر سے دھول صاف کر کر کے رکھ رہی تھی، اسے کافی جدوجہد کا سامنا تھا ایڑیوں پر اچھل کر ساری چیزیں لینی اور رکھنی پڑ رہی تھی۔ کمرے میں کوئی کرسی بھی نہ تھی اور باہر سے لینے جاتی تو وقت ضائع ہوتا وہ بس جلدی جلدی صفائی کر کے نکل جانا چاہتی تھی اس بات سے بے خبر کہ وہ بدتمیز کافی دیر سے اسے یہ ساری کارروائی کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ آن کا ماتھا ایک دم ٹھنکا اور وہ گھوم کر اسے گھورنے لگی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"خود لنگور ہو تم.. بدتمیز الو گدھے!" آخر وہ ٹڈی کیسے کہہ سکتا تھا اسے؟ کیا ہوا جو اس کا قد پانچ فٹ چار انچ تھا.. اچھا اچھا دو.. اوکے ایک.. پانچ فٹ ایک انچ تھا۔ کیا ہوا جو وہ اس سے پورا چھے انچ.. نہیں مطلب آٹھ کیا مسئلہ ہے بھئی ہاں ایک فٹ لمبا تھا اور تھا بھی تو کون سے تیر مار لیے تھے اس نے؟ ایسے ٹڈی تو نہیں کہنا چاہیئے تھا وہ بھی بغیر پروالی.. یہ کون سی مخلوق تھی بھلا؟ منیب اور اس کی بے سرو پیر کی مثالیں.. عجیب!

"بس ایک سیکنڈ لگتا ہے تمہیں تپانے کے لئے فوراً سے افطاری کے پکوڑے تلنے والی کڑھائی سے بھی زیادہ گرم ہو جاتی ہو۔" وہ ہنسا، خمار آلود آواز میں اس کا قہقہہ آن کو گنگ کر گیا۔

وہ اچھا خاصا جواب زبان کی نوک پر رکھتی تھی مگر چپ کھڑی اسے ہنستے ہوئے دیکھے گئی۔ ایک لمحہ دو لمحہ پورے تین منٹ وہ اسے دیکھے گئی کیا وہ ہنستے ہوئے ہمیشہ ہی ایسے اچھا لگتا تھا؟ اپنے اندر اٹھنے والے اس سوال نے اسے رج کے چونکایا تھا۔

"ایسے گھورتی رہیں تو سوراخ کر دو گی مجھ میں پھر ابا میاں سے کہو گی.. میں نے اس سر میں سوراخ والے لنگور سے شادی نہیں کرنی۔" منیب نے اس کی نقل اتاری۔

بھلا ایسا بھی ممکن تھا؟ گھور گھور کر کسی میں سوراخ کرنا یا اس بات پر شادی سے انکار؟ اپنے دل کے ایک اور عجیب سے سوال کا جواب آن شہباز نہ دے سکی تو جھک کر جھٹکنی اٹھالی۔

"کس قدر ذلیل انسان ہو تم۔"

"کس قدر ہوں بتا بھی دو.." وہ اس سے کچھ فاصلے پر ٹھہر گیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بہت زیادہ"!

"دیکھو آن شہباز جتنی بد تمیزی کرنی ہے ابھی کر لو شادی کے بعد میں بہت سخت گیر شوہر بن جاؤں گا پھر یہ گدھا، ذلیل کمینے وغیرہ جیسے القابات بالکل استعمال نہیں کر سکتی تم سمجھیں نا!" وہ فرضی سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"استغفر اللہ میں نے تمہیں کمینہ کب کہا ہے؟"

"اور ذلیل گدھا لنگور؟"

"تو وہ تو تم ہو.. اور مجھے ٹڈی کیوں کہا تم نے؟"

"بات مت گھماؤ.. بس شادی کے بعد ایسے خطاب نہ سنوں میں۔" وہ خشمگیں ہوا سراسر ڈرامے کر رہا تھا۔

"اچھا پھر کیسے القابات سے نوازوں محترم کو؟ ظِلِّ اِلٰہی یا جہاں پناہ؟" وہ بھی اسی کی پر توں تھی اسی کے انداز میں بولی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR LIFE

"اس کا مطلب.. "وہ ذرا سا جھکا۔

"کیا.. "وہ پھنکاری۔

"یعنی تمھیں کوئی اعتراض نہیں ہے مجھ سے شادی پر؟"

لمحے بھر میں بات کہاں سے کہاں آن پہنچی تھی، وہ لب دانتوں تلے دبا کر اپنی مسکراہٹ روک کر جھٹکنی اس کے ہاتھوں میں دے چکی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ایک منٹ یہ شادی کہاں سے آئی؟ ابا میاں نے بس رشتے کی بات کی ہے۔" اور پھر اسے جیسے یک دم ہوش آیا۔

"ہاں تو وہ ہی نا ا.. یعنی تمھیں کوئی اعتراض نہیں؟" وہ اس کی زبان سے سننا چاہتا تھا۔

"اگر انسانوں کی طرح اپنا کمرا صاف کر دو اور ہمیشہ صاف رکھو تو سوچوں گی.." رگوں میں بزنس دوڑ تا تھا سو اس نے بھی ڈیل جیسا کچھ کرنا چاہا۔

"ارے بس اتنی سی بات؟ جان دے دیں گے اس کے لئے"..

وہ ہرے کا نعرہ لگا کر اچھلا اور وہ پھرتی سے کمرے سے نکل کر بھاگی، اس کی ہنسی کی پھوار منیب شاہنواز کے اندر جان پھونک گئی تھی۔

اب وہ نہ صرف اپنے کمرے کی صفائی کرنے میں لگ گیا تھا بلکہ اگلے کچھ گھنٹوں میں اس نے پوری حویلی کو چمکا دیا تھا۔ روزے میں اتنی مشقت کرنے کے بعد وہ تھک ہار کر بستر پر پڑ گیا تھا، افطاری سے بس دو منٹ پہلے ٹیبل پر پہنچا جسم گویا تھکا ہوا تھا مگر خود وہ حد سے زیادہ ہشاش بشاش محسوس کر رہا تھا۔

"ماشاءاللہ چودھویں کا چاند بھی تم سے کم لائٹیں مارتا ہو گا۔" شہباز نے بھتیجے کی مسکان کی چمکان کو نشانہ بنایا جس پر ان کی اپنی دختر نیک اختر کی آنکھوں میں چمک اتر آئی۔ بلاوجہ ہی اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی جسے چھپانے چھپانے کی غرض سے وہ ٹیبل پر جھکتی چلی گئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سارا دن گھر میں دندناتے پھرنے والوں کے چہرے ایسے ہی چمکتے ہیں شیبی۔" والد محترم کو اس کا چمکتا چہرہ کچھ زیادہ نہیں بھایا تھا۔

"نہیں بھائی جان ایسے تو نہ کہیے سارا دن بچہ گھر کی صفائی ستھرائی میں لگا رہا ہے۔" چھوٹی چچی رابعہ کو بھتیجے کے لئے برا لگا۔

"ہاں نا منیب نہ ہوتا تو آج سارا دن ہمارا بس صفائی میں جاتا، اس نے یہ کر دیا تب جا کر ہم افطاری تیار کر سکے تھے کیوں بھابھی؟" سبین چچی نے اپنے ہونے والے داماد کو ممکنہ درگت سے بچانے کی کوشش کی۔

"میں کیا کہوں.. کچھ بولوں تو یہ کہتے ہیں بیٹے کو سہارا دے رہی ہوں۔" امی کا صدا کا شکوہ تھا یہ..

"ویسے آج کل کچھ زیادہ افیشیئنسی نہیں دکھائی جا رہی ہے منّا؟" مزیب نے بھائی کو چھیڑا۔

"آپ اپنے کھجوروں کا دھیان رکھیں میری افیشیئنسی پر نہیں۔" منّا کہلانے پر وہ جی بھر کے بدمزہ ہوا تھا۔

"بس.. دعا مانگو سارے۔" ابا میاں نے سب کو خاموش رہنے کا حکم کیا اور شاہنواز صاحب جو بیٹے کو پھر کچھ کہنا چاہتے تھے چاروناچار منہ بند کر گئے۔

افطاری کے بعد مغرب اور پھر تراویح میں ٹائم کہاں گیا معلوم ہی نہ پڑا، وہ تہجد پڑھ کر کچن کا رخ کر رہی تھی تایا ابا کے پورشن کی لائٹیں روشن تھیں سو اس نے سوچا چائے پانی کا پوچھ لیں تایا ابو کو وقت بے وقت چائے پینے کی عادت تھی اور طاق راتوں میں وہ اکثر دیر رات تک عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ وہ ان کے کمرے تک گئی کہ اندر سے آتی آواز نے اس کے قدم روک دیے وہ پلٹ جانا چاہتی تھی مگر منیب کے الفاظ نہ صرف اس کا دل دہلا گئے بلکہ بہت صدمہ بھی پہنچا گئے تھے۔ وہ مرے مرے قدموں سے کچن میں جانے کی بجائے اپنے کمرے میں آگئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

یہ بات تو سب کے علم میں تھی کہ ڈگری کے بعد منیب آگے ایم بی اے کرنا چاہتا تھا، عملی زندگی میں خود کو جتنا بھی پھوہڑ ظاہر کرتا مگر اکیڈمکلی وہ روشن دماغ کا حامل تھا۔ آگے پڑھنا چاہتا تھا اور یہ اچھی بات تھی مگر جو وہ چاہتا تھا وہ اس بھی کہیں آگے کا تھا، جانے کیوں یہ بات آن شہباز کو اچھی نہیں لگی دل میں عجیب سا درد اٹھا اور آن کو یہ عجیب لگا۔

***

ایک دفعہ پھر وہ اولین روزوں کی طرح اس سے کترانے لگی تھی، منیب اس کے کہے بغیر ہر بات ہر جذبات سے آگاہی پالیتا تھا تو اس کی ناراضگی کیسے نہ بھانپ لیتا؟ ابا کے طنز کا اثر تھا کہ وہ آدھے دن سے ہی سہی مگر اب مستقل کام پر جانے لگا تھا۔ وہ جو چاہتا تھا اس کے لئے اسے پہلے ابا پھر ان کے ابا میاں کو بھی منانا تھا اور ایسے میں آن شہباز کا اس سے کٹا کٹا رہنا اسے خاصہ ڈسٹرب کر رہا تھا۔ وہ اس سے بات کرنے کے لئے جہاں جاتا وہ وہاں سے کنی کاٹ کر نکل جاتی، اس کے روم میں جاتا تو وہ ابا میاں کے پاس چلی جاتی وہاں جاتا تو چچی یا امی کا کہہ کر نکل جاتی۔

آج بالآخر اس نے اسے کچن میں دھر لیا تھا سبین بیگم نے آج کل اسے کوکنگ سیکھنے پر لگایا ہوا تھا اور ذرائع سے پتہ چلا تھا اس ہفتے ہماری ہیروئین میڈم نے بہت محنت و مشقت سے پتھر یعنی آٹا گوندھا تھا۔ دو دن تو رابعہ چچی نے بہت صبر سے روٹیاں بیلی تھیں اور زبیدہ بیگم نے اس سے بھی زیادہ صبر سے سینکا لیکن اب کھانے والے تھوڑا ہی تحمل کا مظاہرہ کریں گے وہ بھی سحری کے وقت؟ لگاتار تیسرے روز بھی وہی سخت روٹیاں دیکھ سب سے پہلے منیب شاہنواز نے ہی تنقید کی تھی۔

"امی کون سے سیمنٹ سے روٹیاں پکائی ہیں؟"

خیر ایسا بھی نہ تھا کہ وہ ٹوٹ ہی نہ رہی تھیں ہاں ذرا سخت تھی.. جی دراصل ذرا سے تھوڑا زیادہ سخت مگر وہ مینب ہی کیا جو ایک کی دس کر کے نہ بتائے؟ وہ جو پہلے ہی اس سے ناراض تھی اس تبصرے پر اور تپ گئی، پھر اس نے آٹا گوندھنا تو ترک کر دیا البتہ افطاری کی تیاریوں میں گھس گئی اور چن چن کر منیب کی ناپسندیدہ ترین ڈشیں تیار کروانے لگی۔ اب پتہ نہیں یہ اپنی ناراضگی کا اظہار تھا یا روٹیوں پر تنقید کا بدلہ جو آج بھی وہ آلو کی ٹکیاں، آلو کے بڑے اور فرنچ فرائز بنانے کا تہیہ کر چکی تھی۔ آلوؤں کو لے کر منیب کے جذبات الم نشرح تھے۔

اس وقت بھی وہ آلو ابال رہی تھی جب وہ کچن میں داخل ہوا، اسے برابر نظر انداز کرتی وہ خود کو کام میں مگن ظاہر کر رہی تھی ایسے پوز کیا کہ اسے دیکھا ہی نہ تھا۔ آلو کا گرم پانی وہ بیسن میں انڈیل کر ان پر ٹھنڈا پانی ڈال چکی تھی کچھ دیر بعد انہیں چھیلنا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آنا کیا ہوا ہے یار؟" وہ اس کے سر پر کھڑا پوچھ رہا تھا۔

اب خود کو مصروف ظاہر کرنا اشد ضروری تھا سو اس نے برتن سے گرم گرم آلو ہی نکال لیے اور اس کی تقلید میں وہ بھی شروع ہو گیا۔ ابھی پہلے ہی آلو کا چھیلکا اتارا تھا کہ اس کے ہاتھ جل اٹھے سی سی کرتا وہ آلو پھینکنے لگا تھا آن نے فوراً اس کے ہاتھ سے آلو لے کر رکھا اور اس پر برس پڑی۔

"جب نہیں آتا تو کیوں زبردستی کر رہے ہو؟"

"شکر کچھ تو بولی مجھے تو لگا تھا بات کرنے کا بھی روزہ رکھا ہوا ہے۔" وہ درد بھلائے مزے سے بولا۔

"منیب اسی وقت کچن سے نکل جاؤ ورنہ میں سارے برتن تمہارے سر پر توڑ دوں گی۔"

"نہیں جاتا توڑو برتن.." وہ تن کر کھڑا ہوا۔ "ہاتھ تو پہنچے گا نہیں میرے سر تک۔" آخری جملہ وہ بس من میں بولا تھا ورنہ وہ واقعی یہ کر گزرتی۔

"منیب!!!" وہ غصے سے لال پیلی ہونے لگی تو اس نے ہاتھ کھڑے کر دیے۔

"اچھا اچھا سوری لیکن بات تو کرو مجھ سے"..

"منی بھائی ابا میاں بلا رہے ہیں۔" یہ شہروز کی دوسرا نمبر بیٹی تھی لاکھ ٹھیک کرنے پر بھی وہ اس کا نام ادھورا ہی لیتی تھی۔

"شکر اللہ کا اب نکلو یہاں سے۔" آن نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"سنو افطاری کے بعد چھت پر تمہارا انتظار کروں گا ابھی تو ذرا جا کر دیکھوں ابا میاں نے کون سا شرف حاصل کرنے کو بلایا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہتا اس کی ناک پر انگلی مارتا وہاں سے فرار ہوا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

آن اس کی اس حرکت پر دنگ سی وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔

***

آج کل ہر وقت ہی آن اپنی کیفیات میں الجھی ہوئی پائی جاتی۔ اس روز تو وہ احتجاجاً چھت پر نہیں گئی تھی۔ آخری دو روزے اس کے اتنے مصروف گئے کہ وہ اس بات کو ایک دم ہی فراموش کر گئی۔ اسے خیال آیا تو اس نے یہ سوچ کر

ٹال دیا کہ منیب بھی کچھ ایسا مستقل مزاج نہ تھا کہ لگاتار تین دن روزانہ اس کا چھت پر انتظار کرتا۔ انتیسواں روزہ تھا اور بچوں کے ساتھ وہ بھی چاند کی امید کرتی بس کھجوریں کھا کر چھت کی جانب لپکی تھی۔ چاند نظر نہیں آیا تو سارے بچے افطاری یاد آنے پر اپنی اپنی پسندیدہ چیزوں کی فکر میں نیچے کو بھاگے مگر وہ چند دیر رک کر ڈوبتے سورج کو دیکھنے لگی۔

سورج ابھی پورا ڈوبا نہیں تھا، دور افق پر قیصری رنگ پھیلا ہوا تھا۔ رنگ رنگ کے بادلوں سے آسمان مزین تھا شام کا پہلا تارہ چمک رہا تھا البتہ ہلال نظر نہیں آیا تھا۔ تارے کی موجودگی شوال کے چاند کا پتہ دے رہی تھی اس نے ایک دفعہ پھر تلاش شروع کی، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہر بادل کے پیچھے دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کتنا انتظار کروا دیا مجھے آپ نے.." آواز پیچھے سے آئی تھی۔

وہ پلٹ کر اسے دیکھتی تب تک وہ عین اس کے برابر آتا ٹیریس کی ریلنگ پر ٹک گیا تھا، آن نے نظریں دوبارہ سرخی لٹاتے سورج پر ٹکا دی۔

"تم مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہی ہو؟"

"منیب...چاااندچاااندوہاں دیکھو..."وہ اسے نظرانداز کرنا چاہتی تھی لیکن اچانک ہی ہلالِ عید عیاں ہوجانے پر خوشی سے چہکی۔

"عید کا چاند تم نے دیکھ لیا چاند کی عید ہوگئی ہوگی۔"ہیرو نے موقع پر چوکا مارتے ہوئے عرض کیا جس پر اس کی ہیروئین نے پہلے اسے گھورا پھر دھمک کر بازوں پر ایک مکا جڑ دیا۔

"ایسی کرنجی حرکتیں کرنے سے اچھا ہے چاند دیکھ کر دعا کرو۔"تنک کر بولی۔

"اچھا دکھاؤ کہاں ہے چاند؟"وہ بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے لگا۔

"وہ..وہ دیکھو.."آن نے انگلی افق کی جانب کی۔

"اللہ تیرا شکر ہے۔"جانے اس نے یہ چاند کے نظر آنے پر کیا تھا یا آن کے بولنے پر..

"کتنا پیارا ہے.. منیب!" وہ آنکھوں میں چمک لیے چاند کو دیکھتی بولی اور منیب کا دل بلیوں اچھل گیا۔

"ہاں وہ تو ہے پر تم منیب سے زیادہ پیاری ہو۔" اور یہ بال باؤنڈری کے باہر!

"ایی یخ.. منیب پلیز میرے ساتھ ایسی عجیب باتیں مت کیا کرو۔" اس نے جھرجھری لی وہ جی بھر کے بدمزہ ہوئی تھی، بال سمیت بلے باز کو بھی پویلین بھیجا گیا۔

گاؤں سے باجے تاشے کی آواز آرہی تھی یعنی چاند کا اعلان بھی ہو چکا تھا، دور شہر کے آسمان پر ست رنگی فوارے پھوٹ پڑے تھے گویا وہاں بھی ہلال نے خود کو ظاہر کر ہی دیا تھا۔ وہ دعاؤں سے فارغ کر وہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔

"آنا سنو.. یہ لو۔" اسے روک کر وہ ریلنگ سے اترا اور چھت پر رکھی چارپائی پر سے ڈبہ اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔

براؤن ٹیپ لگا تھرماکول کا ڈبہ دیکھتے ہی سمجھ آتا تھا کس چیز کا ہے مگر وہ پھر بھی پوچھ بیٹھی۔

"کیا ہے یہ؟"

کوئی اور ہوتا تو ضرور کہتا کہ یہ میرا دل ہے لیکن وہ تو منیب تھا سو اس نے کہا..

"پھیپھڑے ہیں میرے۔" کہا بھی تو ایک دم سنجیدگی سے، وہ اس کی شکل دیکھنے لگی۔ "آئس کریم کے ڈبے میں پیزا تو نہیں ہو سکتا نا۔" وہ ہنسا، آن نے آنکھیں گھمائی۔

"مجھے کیوں دے رہے ہو؟" وہ ہی خفگی بھرا انداز۔

"تم ناراض اچھی نہیں لگتی اس لئے.. اب دیکھو تم نے آلو کھلا کھلا کر جتنے بدلے نکالے ہیں مجھ پر فرض تھا کہ تمہاری پسندیدہ آئس کریم کھلا کر تمہیں رشوت دوں تاکہ تم مجھے آلو کھلانا بند کر دو۔" وہ دانت دکھا کر بولا۔

"تمہیں بڑی پرواہ ہے میری ناراضگی کی۔" وہ منہ پھلا کر بولی پھر ڈبے سے پیکٹ والی آم کی کلفی نکال کر کھولنے لگی۔ یہ کلفی بس شہر کی دکان پر ملتی تھی اور وہ آئس باکس کے ساتھ اٹھا لایا تھا تاکہ آئسکریم پگھل ہی نہ جائے۔ آئس کریم تو نہیں پگھلی مگر آن شہباز کے اندر کچھ موم ہوا۔

"تمہاری ہی پرواہ ہے آنا.." وہ نرمی سے کہتا اس سے پیکٹ لے چکا تھا۔ ریپر کھول کر اسے آئسکریم پکڑائی تو آن نے عادتاً خود کھانے سے پہلے اسے آفر کی۔

"میری پرواہ ہوتی تو تم چھوڑ کر جانے کا سوچتے؟" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ گلا کر گئی تھی۔

زبانی کلامی شکوہ شکایت کا سلسلہ جاری تھا البتہ انداز و اطوار میکانکی سے تھے بالکل ویسے ہی جیسے ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے وقت ہوتے تھے۔ ان کے مابین کی انڈرسٹینڈنگ اور سِنک الفاظ کی محتاج نہ تھی وہ جیسے دل و دماغ سے جڑے تھے۔ مگر کبھی کبھی دل کی بات کو زبان سے ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ گلے شکوے دور کرنے کو الفاظ کا استعمال لازم ہوتا ہے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہاری ابا میاں سے کوئی بات ہوئی ہے؟" اس کی زبان سے ادا ہونے والے جملے نے اسے پل بھر کو چونکایا تھا۔ تو کیا یہ اعتراف کا لمحہ تھا؟ لیکن اس نے وہ پوچھا جو اس وقت زیادہ ضروری تھا۔

"نہیں منّا.." اس کی آئسکریم ختم ہو چکی تھی۔ "میں نے.." وہ کچھ کہنے لگی تھی کہ بچوں کی ٹولی ہلہ گلا کرتی ٹیریس پر آئی۔

"منی بھائی بڑے تایا بلا رہے ہیں!" اور منی بھائی کو اپنی چھوٹی سی پیاری سی کزنز پر اس وقت بے طرح غصہ آیا۔

ہر وقت کباب میں ہڈی کی طرح کہیں نہ کہیں سے نکل آتی تھیں تینوں، اب وہ جب تک چلا نہ جاتا وہ سر پر سوار رہتیں۔ انعم تو باقاعدہ اسے کھینچ کھانچ کر لے جانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ہم بعد میں بات کریں گے..." وہ جلدی سے کہتا وہاں سے نکلا تھا۔ آن نے بھی آئس کریم کا ڈبہ لیے نیچے کا رخ کیا۔

چاند رات اپنے ساتھ ڈھیر ہنگامے لے کر آئی تھی، نمازوں سے فارغ ہو کر گھر کی خواتین کچھ ہڑبڑا کر صبح کی تیاریوں میں لگ گئی تھیں۔ ملازمین بھی ادھر ادھر دوڑ بھاگ رہے تھے۔ بچوں نے الگ گھر سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ نئے پردے، چادریں تکیوں کے خول، صوفوں کے کور، نئے برتن کجا کہ ہر چیز کو از سر نو بدلا جا رہا تھا۔ مرد حضرات ابا میاں کے کمرے میں پتہ نہیں کون سے حساب کتاب کی گتھیوں میں الجھے ہوئے تھے۔

مزیب اور منیب، احمد اور انس کو لئے بازار میں لور لور پھر رہے تھے دونوں ہی بھائیوں کو ایک شے پسند نہ آ رہی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ ان کی شاپنگ نہیں ہوئی تھی لیکن جو چیزیں سبین چچی لے کر آئی تھیں وہ انہیں پسند نہیں آئی تھیں اور جو انہیں اچھی لگتی تھی وہ شہباز اور سبین کو ناپسند تھیں۔ سو عین وقت تک ادلا بدلی کی خریداری جاری تھی۔

ان سب جھمیلوں میں ایک وہ تھی جو سرے سے اپنی کوئی تیاری ہی نہ کر رہی تھی۔ عید پر سب سے زیادہ پرجوش رہنے والی آن شہباز اب کچھ بجھی بجھی سی تھی۔ قدرے بے دلی سے اس نے پھوپھیوں کو فون پر چاند رات کی مبارک سلامت والی کالیں کی تھیں۔ فون پر اس کی کزن رشدہ آئی تو اس کا دل یکایک بھر آیا۔

"کیا ہوا ہے آن؟" وہ فکرمندی سے پوچھنے لگی۔

"پتہ نہیں رشی.. مجھے نہیں پتہ مجھے کیا ہوا ہے رشدہ میں کیا کروں؟" وہ بے بس ہو کر بولی، آنکھوں سے آب رواں ہو چکا تھا۔

"کس بارے میں؟ منیب سے رشتے کی وجہ سے؟" اس نے اندازہ لگایا، ایک یہ ہی بدلاؤ تو آیا تھا آن کی زندگی میں اور وہ جانتی تھی اسے منیب سے شادی نہیں کرنی لیکن انکار کی بھی کوئی گنجائش نہ تھی اور یہ تو شروع کے دنوں کی بات تھی اس کے بعد رونما ہونے والی تبدیلیوں سے وہ قدرے ناواقف تھی۔ اس لیے یہ ہی اندازہ لگا سکی۔

"وہ باہر جانا چاہتا ہے.. لندن یا شاید امریکہ یا کنیڈا.. جہاں کا بھی ویزہ ملا وہ چلا جائے گا۔" وہ بسورتی ہوئی بولی اور فون کی دوسری طرف رشدہ کا منہ کھل گیا۔

ابا میاں کو اپنی اولادیں اور اصل سے زیادہ سود پیارا ہوتا ہے کے مصداق اپنے بچوں کی اولادوں سے بے انتہا لگاؤ تھا جسے وہ سختی کے لبادے میں چھپائے رکھتے تھے۔ بیٹیوں کو تو انہوں نے... جگر بڑا کر کے وداع کر دیا تھا کہ یہ ان کا فرض تھا لیکن بیٹوں اور پوتے پوتیوں کے معاملے میں وہ ذرا زیادہ پوزیسیو تھے۔ لڑکیوں میں تو بڑی اب آن ہی تھی اور وہ حویلی میں رہنے کو ہی ترجیح دیتی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے باہر جانا پسند نہیں تھا بس وہ جاتی نہیں تھی۔ سیر سپاٹے پر بھی سب جاتے تب بھی اندھیرا ہونے سے قبل گھر پہنچنے کی تاکید تھی۔ دیر رات تک گھر سے باہر رہنے کی اجازت گھر کے لڑکوں کو بھی نہیں تھی، بچوں نے تعلیم حاصل بھی کی تو دور دراز کے شہروں میں جانے کی بجائے قریب کی یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ مزیب کا دھیان شروع سے باپ اور چچاؤں کے ساتھ کاروبار میں تھا سو بیچلر کر کے وہ ان کے ساتھ لگ گیا۔ منیب کے اندر ذرا باغیپن تھا، وہ شروع سے دوسرے شہر جا کر پڑھنا چاہتا تھا۔ دوسرے بچوں کو بورڈنگ سکول سے دھمکایا جاتا تھا جبکہ وہ خود ہوسٹل میں رہنے تک کو تیار تھا لیکن ابا میاں نے کبھی اسے اجازت نہ دی پر اس حویلی سے نکلنا جیسے اس کی ضد تھی۔

اس رات آن شہباز نے تایا ابو، تائی امی اور منیب کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی تھی جو کچھ یوں تھی کہ تایا ابو اپنے باغی بیٹے کو گھرک رہے تھے جبکہ اس کی بس ایک ہی رٹ تھی وہ ایم بی اے کرے گا اور ظاہر سی بات تھی ایم بی اے اس قصبے کے چھوٹے موٹے کالج یا شہر کی عام سی یونیورسٹی سے تو نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ بضد تھا کہ غیر ملکی سکول ہی جاؤں گا۔ ابا میاں کے اصولوں سے ٹکر لینے کا دکھ ایک طرف تھا لیکن اس سے دور ہو جانے کا غم آن شہباز کو کھائے جا رہا تھا۔

اقرار ابھی خود سے ہوا نہیں تھا سو اس نے یہ ہی سوچا وہ اس سے شادی نہیں کرے گی۔ اور جب اس سے رشتے پر ہی راضی نہ تھی تو اس کے جانے سے کیا فرق پڑتا تھا اور کیوں فرق پڑ رہا تھا؟ وہ خود یہ سمجھنے سے قاصر تھی البتہ شاک اور دکھ اسے بہت تھا۔ پھر اس نے خود ہی جواب بھی ڈھونڈ نکالا، وہ دونوں کبھی اس گھر سے دور نہیں رہے تھے اور ایک دوسرے سے الگ تو کبھی بھی نہیں.. بچپن سے ساتھ تھے سو ایک دوسرے کا عادی ہونا فطری تھا شاید اس لئے وہ اداس ہو رہی تھی؟ اور دوسرا وہ اس سے ہر بات شیئر کرتا تھا وہ بھی ساری گوسپس اسی سے کرتی تھی شاید اس لئے اسے منیب کا اس طرح یہ بات اسے نہ بتانا برا لگ رہا تھا۔ یہ ہی وجہ ہو سکتی تھی اس کے علاوہ اور کیا ہو گا؟

"پاگل تو اس میں رونے والی کیا بات ہے؟ تم نے اس سے بات کی؟" سارا قصہ جاننے کے بعد جب رشدہ کچھ سنبھلی تو آن کو بھی سمجھانے کی کوشش کرنے لگی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں.. کیابات کروں اس سے؟ وہ میرا مذاق اڑائے گا۔" وہ سوں سوں کرتی بولی۔

"اف آن.. تو پھر دفع کرو اسے! عید کی تیاریاں کرو تمہیں پتہ ہے نا ابا میاں دوسرے شہر تک جانے نہیں دیتے اسے بیرون ملک کیا خاک جانے دیں گے۔ ٹینشن مت لو۔"

"ٹینشن نہیں لے رہی لیکن.. یہ بھی تو غلط ہو گا نا پھر؟"

"اب کیا غلط ہو گا بہن"..

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ایک طرف ابا میاں ہمیں ہمیشہ سپورٹ کرتے ہیں ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ ہمیں تعلیم حاصل کرنے دیتے ہیں اور پھر دوسری جانب ہمیں ہمارے خوابوں تک پہنچنے بھی نہیں دیتے.. منیب کو آگے پڑھنے کا شوق ہے تو اسے جانے دینا چاہیئے۔" رو دھو کر جب دل ہلکا ہوا تو اس نے غم کے غبار کے آگے کی تصویر دیکھی اور کہہ بھی دیا۔

"خیر بات تو تمہاری بھی صحیح ہے لیکن ان کے ویوز ہم سے مختلف ہیں وہ ہمیں پروٹیکٹ کرنے کی خاطر ہی ہم پر پابندیاں لاگو کرتے ہیں۔" رشدہ نے اس کی بات کا جواب دیا۔

غلط تو وہ دونوں ہی نہیں تھیں، بڑے بزرگ جہاندیدہ ہوتے ہیں زمانے میں ہونے والی اونچ نیچ سے واقف، انہوں نے ایک لمبی زندگی جی کر تجربات جمع کیے تھے۔ دور دور میں فرق تھا اور اس تفریق کو آج کی نسل کم سمجھتی تھی۔ ترقیاتی پسند بچے دنیا اور اس کی تیز رفتاری سے کچھ ناواقف، زمانے کے سرد و گرم سے نابلد اور دور زمان کے انسانوں کی نیت و نگاہوں میں پنہاں مکر سے ناآشنا تھے۔ ابا میاں اپنے بچوں کو اپنے پروں میں محفوظ رکھنا چاہتے تھے لیکن اپنی دانست میں وہ انہیں محدود کر دے رہے تھے۔

Safar-e-Adab

وہ لان میں لکڑی کی دیوان پر پاؤں اوپر کیے گھٹنے پر چہرہ ٹکائے بیٹھی تھی، ایک ہاتھ سے فون کان پر پکڑا ہوا تھا اور دوسرا دیوان پر بچھی دری پر انگلی سے ڈیزائن بنا رہا تھا۔ حویلی روشن قمقموں سے سجی تھی بچے کھیل میں لگے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ اس کی نظر سامنے کے باڑوں میں چرند پرند پر تھی۔ اس وقت اس لمحے اسے وہ چھوٹے چھوٹے جانور اور پرندے بالکل اپنے جیسے لگے جو سارا دن آزادانہ گھوم کر شام ہوتے ہی اپنے اپنے آشیانے میں لوٹ آتے تھے۔ آزادی حاصل بھی تھی تو کیسی محدود.. قید مقدر بھی تھی تو آدھی ادھوری سی..

"اب میں کیا کروں رُش؟ وہ چلا جائے گا تو میں کیا کروں گی کیسے رہوں.."اس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی کسی نے پیچھے سے اس کا فون اچک لیا وہ ہکی بکی سی پلٹی اور ششدر رہ گئی۔

"منیب کیا حرکت ہے یہ؟" چہرے پر سے آنسوؤں کے نشانات مٹاتے وہ بھڑک کر بولی مگر آواز کی نمی منیب سے مخفی نہ رہی تھی۔

"تو اس لئے بھاگ رہی تھیں مجھ سے تم.."وہ کال کاٹ چکا تھا، لہجہ نرم اور انداز تھکا ماندہ تھا۔

"اپنی قیاس آرائیاں اپنے پاس رکھو تم اور میرا فون دو۔"اس نے سختی سے کہا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بات سن لی تھی تو پوری سنتی.. تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہیں ایسے ہی چھوڑ کر چلا جاؤں گا؟"اس نے فون اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر رکھا، وہ فون لیتے ہی نکل جانا چاہتی تھی مگر منیب نے فون سمیت اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

آن دل ہی دل میں کلس اٹھی، وہ جانے کب سے اس کی ساری باتیں سن رہا تھا پتہ نہیں کیا کیا سن لیا تھا اس نے.. افففف اوپر سے وہ اسے روتے ہوئے بھی دیکھ چکا تھا۔ اسے خود پر بے پناہ غصہ آیا، کیا ضرورت تھی اس وقت ہندی فلموں کی

ہیر وئین بننے کی؟ وہ وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی مگر ہاتھ اب بھی دھر میندر مطلب ہمارے ہیر و منین کی گرفت میں تھا اس نے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا لیکن ناکام رہی۔ اس کا سارا وجود دل بن کر دھڑک رہا تھا۔ عجیب و غریب محسوسات نے اسے اپنے قابو میں کیا ہوا تھا۔ وہ چاہ کر بھی وہاں سے ہل نہ سکی، نہ اپنا ہاتھ ہی اس کی گرفت سے چھڑا سکی تھی۔

"منیب ہاتھ چھوڑو میرا۔۔" پست آواز میں اس احتجاج کیا۔

آنکھوں کے گوشے نم تھے، چھوٹی سی ناک گریہ وزاری سے چمک رہی تھی۔ چہرہ بھی سرخ سرخ سا تھا اور سونے پر سہاگہ منیب کی سنگت میں رخسار دہک اٹھے تھے۔ منیب نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا پھر مچان پر بیٹھ گیا اور اسے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا، اس کے بیٹھتے ہی وہ اس کا ہاتھ چھوڑ چکا تھا حالانکہ اس کا بد تمیز دل ایسا کرنا چاہتا تو نہیں تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پوری بات بتاؤ مجھے کیوں رو رہی تھی، کیا کیا سنا تم نے اور کیا کیا پتہ ہے۔" وہ متوازن لہجے میں دریافت کر رہا تھا۔

آن نے اسے اتنا سنجیدہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ کبھی سیریئس ہوتا بھی تو بس دو منٹ کے لئے پھر اس کا مخول دوبارہ شروع ہو جاتا تھا۔ اس کی یہ ہی عادت اور طبیعت کی وجہ سے آن اسے سیریئس نہیں لیتی تھی۔ اس کے نزدیک ہمسفر میں کچھ کچھ سنجیدگی بھی ہونی چاہیئے تھی ہر وقت کا ہنسنا زندگی بھی مذاق بنا دیتا ہے۔ وہ بغور اس کا یہ بدلا بدلا روپ دیکھتے ہوئے اس کے سوال کا جواب دینا بھلا بیٹھی تھی، منیب نے اس کے آگے چٹکی بجائی۔

"اوہ ہیلو بعد میں نہارتی رہنا مجھے پہلے جواب دو۔" وہ مسکرایا اور وہ جھینپ کر نگاہیں چرا گئی۔ بد تمیز کہیں کا!

اس نے اسے بتا دیا اور وہ تحمل سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ وہ بول چکی تو وہ چند ثانیے اسے دیکھتا رہا اس کی سمجھ نہیں آیا کہ وہ کہاں غلط تھی اور جب کچھ سمجھ نہیں آیا تو اس پر ہی بھڑکنے لگی۔

"پہلے تم نے منگنی کی بجائے شادی کا شوشہ چھوڑا پھر تمہیں اچانک فارن سے ایم بی اے کا چسکا لگ گیا.. تم ایسے کیسے جا سکتے ہو منیب؟" اس عمل میں اس کے جذبات کس کس رنگ سے منیب پر آشکار ہو رہے تھے وہ خود بھی اس سے نہ آشنا تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آن تمہیں یہ کیوں لگا کہ میں تمہیں چھوڑ کر باہر چلا جاؤں گا؟" اس کی باتوں نے اسے محظوظ تو کیا تھا مگر دنگ بھی سو وہ بے یقینی سے سوال کر رہا تھا۔

"تو کیا نہیں جا رہے تھے وہ سٹوپڈ ایم بی اے کرنے.." وہ پھٹ پڑی۔

"جانا چاہتا ہوں.." اس کے الفاظ پر آن کی آنکھوں میں دوبارہ پانی جمع ہونے لگا۔ "لیکن تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔" وہ نرمی سے کہتے مسکرایا۔

"تو کیا ساتھ لے کر جاؤ گے۔" وہ تپ کر بولی اور اس کا اثبات میں ہلتا سر دیکھ گنگ سی ہو گئی۔

"چلو گی میرے ساتھ؟" اس نے پوچھا تو اس کی آنکھوں میں دنیا جہان کی امیدیں سمٹ آئی تھیں۔ وہ جواب دینے کی بجائے بے یقینی سے سر نفی میں ہلاتی اٹھی اور وہاں سے فرار ہو گئی۔

منیب اس کے عجیب سے ردعمل پر حق دق تھا۔ ایک بات وہ سمجھ گیا تھا وہ اب نہ صرف رشتے پر راضی تھی بلکہ اس کے لئے وہ ہی احساسات رکھتی تھی جو وہ رکھتا تھا۔ منیب شاہنواز نے اس کی آنکھیں پڑھ لی تھیں لیکن اس کا ری ایکشن اسے الجھا گیا تھا۔ وہ اپنے ارادوں میں اٹل تھا اور اس کے ساتھ کا متمنی بھی، وہ جانتا تھا ابا میاں اسے بیرون ملک نہیں بھیجیں گے آن کو ساتھ بھیجنا تو دور کی بات تھی لیکن وہ کوشش ضرور کرنا چاہتا تھا بس آن اس کا ساتھ دے..

چاند رات پر وہ عید کی ڈھیروں تیاریاں کیا کرتی تھی۔ کپڑے نکال کر پریس کرنا، ان پر میچنگ جیولری چوڑیاں سارا کچھ تیار کر کے وہ مہندی لگا کر جو بیٹھتی تو پھر کسی کام کے لئے نہ اٹھتی تھی مگر اس دفعہ تو اسے سب کچھ بھول گیا تھا۔

چاندرات جاگ کر تو ہمیشہ ہی نکلتی تھی لیکن اب کے ساری رات اس کی کشمکش کے نام ہو گئی تھی، دل نے جذبات سے آگہی کا پروگرام طے کیا تھا اور وہ یہ بات قبول نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ جو اس احساس کو عجیب کا ٹیگ لگا چکی تھی وہ دراصل منیب کے لئے اس کی محبت تھی اور ابھی آگہی ہوئی ہی تھی کہ جدائی کا خدشہ باہیں کھولے اس کے سر پر کھڑا ہو گیا تھا۔ کسی نے سچ ہی کہا تھا آگہی واقعی عذاب تھی۔

عید کی صبح وہ غسل کر کے نئے کپڑے زیب تن کیے نماز پڑھ کر کچن میں پہنچی تو تینوں ہی خواتین اسے دیکھ ہکی بکی سی رہ گئی۔ عید پر وہ نماز پڑھ کر سوتی تو ہزار بار اٹھائے سے نہ اٹھتی تھی پھر اٹھتی تو تیار ہوتی اور سب سے عید مل کر عیدی کی وصولی کر کے فقط ناشتے کے لئے کچن میں جھانکتی تھی۔ آج تو انقلابی دن تھا، یہ تبدیلی بھی اس گھر کے مکینوں کے نیصب میں لکھی تھی۔ وہ بڑے جتن سے تینوں کی مدد کروانے میں لگی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہونے والی ساسوماں تو واری صدقے جا رہی تھیں جبکہ سگی ماں اب بھی کچھ بے یقینی سی کیفیت میں تھیں البتہ رابعہ چچی اس سین سے خوب مزہ لے رہی تھی۔ اس نے آستینیں چڑھائی اور سیویاں ہلانے لگی تب ان کی نظر اس کے خالی ہاتھوں پر پڑی۔

"ارے انو تم نے مہندی نہیں لگوائی؟" چچی نے پوچھا تو باقی دونوں نے بھی اسے دیکھا۔

"ہاں بیٹا.. تمہیں تو مہندی کتنی پسند بھی ہے کیوں نہیں لگائی؟" تائی امی کو نئی فکر لگی، اس سے پوچھنے لگیں۔

"امم..وہ.." وہ اب یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ اسے بھول گیا تھا یا اس کا من نہیں کیا۔ "کس سے لگواتی؟" اس نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے کہہ دیتی بھئی کیسی نئی بات کی تم نے۔" رابعہ جب سے شادی ہو کر آئی تھی تب سے ننھی آن ان سے مہندی لگوایا کرتی تھی۔ بہت نفیس اور خوبصورت مہندی لگاتی تھیں وہ خاندان میں شادیوں پر ان کی ڈیمانڈ عروج پر ہوتی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ مصروف ہوتی ہیں چچی بچے، گھر کے کام پھر میں نے سوچا ابھی اگلے ہفتے تو لگانی ہی ہے.. بھائی کی شادی پر۔" اسے مسکرانے میں دقت محسوس ہو رہی تھی۔

"لو تو مجھے بول دیتی میں منّا سے کہتی وہ تمہیں لے جاتا باہر سے لگوا دیتے، اگلے ہفتے تک تو اتر بھی جاتی مہندی۔" تائی امی کو اس کے کورے ہاتھ دیکھ گہرا دکھ ہو رہا تھا۔

"چلیں بھابھی کوئی نہیں آج لگوادے گی۔" سبین نے اپنی جیٹھانی کی بیٹی کے لئے لگاوٹ کو آسودگی سے دیکھا۔

"بالکل.. اور اب یہ چھوڑو سویرے سویرے چولہے میں گھس گئی ہو جاؤ جاکر تیار ہو کر سیفلیاں بناؤ۔" انہوں نے اسے محبت سے گھر کا اور کچن بدر کر دیا۔

وہ جو دل کا دھیان بٹانے کو کام میں گھسی تھی دوبارہ دل میں اٹھتے جذبات سے ٹکرا گئی۔ فرصت ملتے ہی اس کا دل دھڑ دھڑ کر کے اسے ہولانے لگتا تھا۔ وہ ہال میں جاکر بیٹھی ہی تھی کہ مرد حضرات کی آمد شروع ہو گئی، ابا میاں کو دیکھ وہ اٹھی اور ان کی جانب بڑھی وہ بھی مسکرا کر اس سے ملے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"عید مبارک ابا میاں۔" ان کا ہاتھ آنکھوں سے لگا کر چوم کر وہ ان سے لپٹ گئی۔ انہوں نے اس کے سر پر پیار کیا۔

ایک کے بعد ایک اس کے والد، تایا اور چچا بھی اندر داخل ہوئے ان سے دعائیں اور عیدی لیتے وہ وہاں سے نکل رہی تھی کہ سب کے لئے چائے ناشتے کے انتظامات دیکھ لے، ہال کے باہر اس کی تینوں چھوٹی چھوٹی کزنوں نے آپی آپی کر اسے گھیر لیا۔ انہیں دیکھ اس کا موڈ خود بہ خود ہی بہتر ہو گیا، تینوں ہی میچنگ شلوار قمیض پہنے ایک دوسرے کے آگے پیچھے اس کے پاس آئی تھیں، دس سال کی میشاء، پانچ سال کی انعم اور سب چھوٹی دو سال کی نور فاطمہ...

"چھوٹی چھوٹی عید مبارک!" وہ نور فاطمہ کو لپٹا کر پیار سے بولی اور اس کے دونوں گال چومے۔ باقی دونوں بھی اسے اسی طرح سے گلے ملیں اور پیار لیا۔

زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے بہنوں کا ملاپ ابھی جاری ہی تھا کہ تبھی اس کے عین سامنے دو ٹانگیں آر کیں، اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سفید پٹھانی پہنے وہ آج وجیہ اور پر وقار لگ رہا تھا۔ آن نے بار بار پلکیں جھپکیں آیا وہ واقعی اتنا اچھا لگ رہا تھا یا وہ بس خواب دیکھ رہی تھی؟ دل کیا بدلا اس کا نظریہ بھی تبدیل ہو گیا تھا۔ وہ کھنکھارا اور ہوش میں آتے وہ نور فاطمہ کو گود میں لیے کھڑی ہو گئی۔

"عید مبارک منی بھائی۔" انعم اور میشاء یک آواز ہو کر بولیں۔

"آپ کو، آپ کو، آپ کو عید مبارک!" وہ ہنستے ہوئے باری باری دونوں کے گال پکڑ کر بولا اور آخر میں نور فاطمہ کو پیار کیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

حادثاتی طور پر ان کے کپڑے بھی میچ ہو گئے تھے۔ سفید گوٹے والا سوٹ اسے تائی امی نے عیدی میں دیا تھا۔ منیب نور کے ساتھ کھیل رہا تھا آن خواہ مخواہ ہی جھینپ کا شکار ہوئی اور وہاں سے نکلنے کا ارادہ رکھتی تھی کہ وہ عین اس کے سامنے ایستادہ ہوا اور ننھی نور فاطمہ کو اس سے لے لیا۔

"آپ کو بھی عید مبارک!" جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے بولا تو وہ زمین میں گڑھنے والی ہو گئی۔

"خیر مبارک.." کہہ کر وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔

منیب کو اس کی جھجھک بہت بھائی تھی، پیاری تو ہمیشہ تھی مگر آج کچھ زیادہ ہی لگ رہی تھی۔ وہ جو رات بھر یہ سوچ کر پریشان رہا تھا کہ وہ دوبارہ اس سے روٹھ گئی ہے تو غلط تھا یہ تو اس کے بدلتے جذبات تھے جو اس طرح عیاں ہو رہے تھے اور وہ دامن چھڑا رہی تھی۔ وہ اپنی ارضی اس کے دربار میں ڈال چکا تھا اب فیصلہ اس کے حق میں ہوتا یا نہیں اس کا دارومدار اس کے نیصب پر تھا۔

***

کل رات ابامیاں کے ساتھ اس مدعے پر طویل مذاکرے ہوئے تھے۔اس نے اپنی بات بلکہ اپنا پختہ ارادہ ان کے سامنے رکھا تو وہ کچھ چونکے تھے۔اس نے بہت سنجیدگی سے بات شروع کی تھی اور انہیں کم از کم منیب سے اس قدر سنجیدگی کی امید نہیں تھی۔ہاں وہ باغی تھا لیکن اس کی بغاوت جس چیز پر تھی اس نے انہیں خاصا متاثر کیا تھا البتہ انہوں نے اس پر ظاہر نہ ہونے دیا۔وہ اس کی باتوں کے پیچھے کے مطمح کو بہ آسانی سمجھ گئے تھے لیکن کچھ کہنے اور پوچھنے کی بجائے اپنے رعب میں اس کی بات ٹال گئے تھے۔

"دیکھو برخوردار اول تو ہم تمہیں کہیں نہ بھیجیں اور اوپر سے تم ہماری پوتی کو بھی لے جانے کی ضد کر رہے ہو؟ یہ کوئی میلہ نہیں ہے جس میں تم اپنے سنگ اسے بھی لے جاؤ گے۔ تمہیں اچھی طرح پتہ ہے ہم اس بات اجازت کبھی نہیں دیں گے سو اس مباحثے کو یہیں ختم کرتے ہیں۔" انہوں نے حتمی لہجے میں کہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ابا میاں میں نے ایسی کوئی ناممکن بات تو نہیں کی ہے۔پوری دنیا باہر پڑھنے اور کام کرنے جاتی ہے ہم بھی چلے جائیں گے تو.." اس نے ایک دفعہ پھر اپنی قسمت آزمائی۔

"ٹھیک ہے جانا ہی ہے تو یہیں اسی ملک میں کسی بھی اچھی سی یونیورسٹی میں چلے جاؤ باہر نہیں.. دنیا جیسے اپنی چمک سے متاثر کرتی ہے نا پھر ویسی ہی قیمت بھی وصول کرتی ہے بچے۔" وہ کر ختگی سے کہتے ہوئے یکدم نرم پڑے تھے۔

"اور ایک اور بات.. آخری فیصلہ آنا کا ہو گا۔ ہماری بیٹی کہے گی تو تمہاری شادی ہو گی وہ راضی ہو گی تب ہی تمہیں بھی جانے کی اجازت ملے گی اور وہ چاہے گی تو خود بھی آگے پڑھے گی اور ہم بھی تب ہی فیصلہ سنائیں گے۔"رعب سے کہتے انہوں کسی حد تک اس کو اجازت دے ہی دی تھی۔

یہ ہی تو وہ چاہتا تھا، سب کو جو اس کا باغیپن لگ رہا تھا وہ دراصل اس کا اصلی ارادہ تھا ہی نہیں۔ اس نے انہیں بڑی تصویر دکھا کر چھوٹے پر راضی کر لیا تھا۔ اسے یہاں کوئی مستقبل نظر نہ آتا تھا۔ وہ اگر سیدھے دوسرے شہر جانے کا کہتا تو وہ کبھی راضی نہ ہوتے سادے ماسٹرز پر ٹرخا دیتے یا عین ممکن تھا اسے بھی کاروبار میں گھسیٹ لیتے۔ اس لئے اس نے قدرے ناممکن چیز کی ضد کی اور ایک دفعہ پھر اپنے من کی مراد پالی، قسمت اس پر ہر جانب سے مہربان تھی اور اب وہ فقط آن شہباز کے ساتھ کا متنی تھا۔ وہ اگر مان جاتی ہے تو ان دونوں کا مستقبل سنور جائے گا۔

یہ کیا کہ صبح حویلی سے نکلو اور شام کو دوبارہ وہیں بند ہو جاؤ۔ اونچی اڑان نہ سہی مگر سرزمین پر ہی دوڑنے کا حق تو اسے بھی تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ بس یہاں سے نکلنا ہی چاہتا تھا لیکن وہ کچھ کرنا ضرور چاہتا تھا گھر والوں کے لئے، گاؤں کے لئے، ان کے کاروبار کے لئے اور سب سے بڑھ کر آن اور اپنی آنے والی زندگی کے لئے...

اور وہ جو سوچ رہا تھا کہ ابا میاں اس کی چال میں آ چکے ہیں تو غلط تھا۔ آخر کو وہ اس کے باپ تھے اس کی رگ رگ سے واقف اور اپنی زیرک نظر سے اس کے آر پار دیکھنے کی قابلیت رکھتے تھے۔ صادق صاحب دراصل پہلی نظر میں ہی اس کے ارادے سے روشناس ہو گئے تھے لیکن کھل کر اس پر بات کرنے کی بجائے انہوں نے اس کے ترتیب شدہ پلان پر یوں عمل کیا جیسے وہ بالکل انجان تھے۔ اس کا اپنے اور آن کے مستقبل کو لے کر سنجیدگی اختیار کرنا انہیں بہت متاثر کر گیا تھا وہ اگر اس پر آشکار کر دیتے تو شاید اس کی حوصلہ شکنی ہو جاتی اور وہ خجالت کا شکار بھی ہو جاتا اور ابا میاں نے اس مرتبہ اپنے بچوں کو پروں میں محفوظ کرنے کی بجائے انہیں پر دے کر اڑان بھرنے کے لئے حوصلہ دینے کی ٹھانی تھی۔ منیب تو اپنے خوابوں تک خود ہی جدوجہد کر کے پہنچنے کی سکت رکھتا تھا وہ اب آن کو اس کے سپنوں کی تعبیر دینا چاہتے تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

***

وہ کچن میں کرسی پر خالی بیٹھی تھی اور رج کے بور ہو رہی تھی، تینوں خواتین دوپہر کے کھانے کی تیاریوں میں مگن تھیں۔ اسے عید برات کی یہ چیز بالکل پسند نہیں تھی۔ عید تو بس بچوں کی ہوتی تھی یا پھر مردوں کی.. چھٹی کا دن، مزے کا دن! مگر گھر کی خواتین کا یہ دن بھی کچن میں تپتے ہوئے گزر جاتا تھا اور کسی حد تک یہ سب کچھ انہوں نے خود

ہی خود پر سوار کیا تھا۔ مرد کام کاج کر کے گھر آتے ہیں تو گھر کی خواتین انہیں اچھے سے اچھا پکا کر کھلانے کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔ عید سعید کے مواقع پر بھی وہ یہ ہی سوچ کر سارا دن چولہے میں گھسی رہتی ہیں کہ خاص دن پر خاص پکوان بنانے چاہیئے۔ کوئی یہ نہیں کرتا کہ چھٹی اور تہوار کے دن ہیں تو ایک دو روز باہر سے پکا کر منگوا لیں اور اگر مرد حضرات ایسا کرنا بھی چاہیں تو ہماری مشرقی مائیں، بیویاں انہیں از خود روک دیتی ہیں۔ ان کے پکانے اور کھلانے کے شوق بھی نا!

وہ بور ہو کر تھک گئی تو کھڑی ہو گئی، سلیب پر رکھے آلو اٹھا لیے اور چھلنے لگی۔ ابھی پہلا آلو ہی ہاتھ میں لیا تھا کہ منیب کا ستا ہوا چہرہ اس کی آنکھوں کے آگے لہرا گیا۔ آج کے کھانے کی ترکیب میں اس کا عمل دخل ہرگز نہیں تھا۔ اس نے مسکرا کر سر جھٹکا۔ باہر سے شور و غل کی آوازیں آنے لگیں اور انس بھاگتا ہوا کچن میں آیا تھا۔ اس کا دل دھک دھک کرنے لگا، یا اللہ خیر..

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تائی امی. وہ منیب بھائی گر گئے.. مسجد میں.." وہ ہانپتے ہوئے بولا اور دوبارہ نیچے کو دوڑا۔

اس کے ہاتھ سے آلو گر گیا۔ امی، تائی امی اور چچی آگے پیچھے نکلی تھیں۔ اس کی تو ہمت بھی نہیں ہوئی.. وہ وہیں کھڑی رہی کبھی ہانڈیاں دیکھتی تو کبھی نیچے جھانکتی، شور اب بھی تھا مگر ہلکا پھلکا۔ جانے کیسے وہ گر گیا اور پتہ نہیں کتنی چوٹیں آئی تھیں اسے؟ پریشانی کے عالم میں وہ کچن میں ادھر ادھر چکر کاٹنے لگی پھر باہر نکل کر ایک دفعہ اور نیچے جھانکا،

تینوں میں سے کوئی بھی اب تک اوپر نہیں آئی تھیں نہ ہی گھر کا کوئی اور فرد پھر چند سیکنڈ بعد سب کے ہنسنے کی آوازیں آئیں اور اس نے مزیب بھائی کے ساتھ اسے اوپر آتے ہوئے دیکھا۔ وہ اسے کمرے میں پہنچنے میں مدد دے رہے تھے اسے چھوڑ کر وہ واپس جانے لگے تو وہ ان کے پاس پہنچی، اس کے چہرے پر سوال رقصاں تھا سو خود ہی کہنے لگے۔

"بچارا نماز پڑھ کر نکلا تو اسے یاد آیا اپنی گھڑی وضو خانے میں بھول آیا ہے۔ وہ ہی لینے دوڑا تھا اور پھسل گیا"..

"زیادہ چوٹ لگی ہے اسے؟" اس نے مری مری آواز میں سوال کیا۔

"ایکسرے نکلوا کر آئے ہیں ہڈی نہیں ٹوٹی بس ہاتھ اور گھٹنے پر خراشیں آئی ہیں اور درد ہے.." انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "ٹینشن کی کوئی بات نہیں ہے مرد بچہ ہے وہ مرد کو درد نہیں ہوتا۔" کہہ کر وہ ہنسے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

بھلا یہ کیا لاجک تھا؟ چھ فٹ کا بندہ.. ہاں ہاں چھ فٹ دو انچ کا بندہ ماربل کے فرش پر گرے گا تو کیا اسے درد نہیں ہوگا؟ فرش اس سے کیا یہ کہے گا کہ بھئی تم مرد ہو اس لئے میں تمہیں درد نہیں دوں گا یا زمین کی کشش ثقل اسے سلو موشن میں گرنے میں مدد دے گی تا کہ مرد کو درد نہ ہو؟ عجیب!

وہ کھڑی سوچ رہی تھی کہ اسی اثنا میں تائی امی بھی اوپر آ گئیں اور اس کے کمرے میں چلی گئیں جانے سے پہلے انہوں نے اس سے منیب کے لئے ہلدی والا دودھ لے کر آنے کو کہا تھا۔ وہ سر ہلا کر ایک پاؤں پر کچن میں بھاگی تھی جہاں امی پہلے ہی یہ کارنامہ سر انجام دے چکی تھیں۔

"یہ لو یہ منے کو دے آؤ.." انہوں نے ٹرے اسے تھمانی چاہی۔

"آپ لے جائیں نا امی۔"

اس کی فکر سے آزاد ہوئی تو احساسات میں نئی رونما ہونے والی تبدیلیوں نے ایک مرتبہ پھر اسے جکڑ لیا۔ جھجھک نے ایک دفعہ پھر اس کو گھیر لیا تھا اور ایسی عجیب و غریب صورتحال میں وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی سو کنی کاٹ گئی۔ امی کو بھی جلدی تھی سو اس پر دباؤ ڈالنے کی بجائے خود ہی لے کر چلی گئیں۔

دوپہر سے شام ہو گئی تھی مگر وہ اس کی خبر گیری کو اب تک نہ آئی تھی۔ اسے احمد نظر آیا تو اس نے اس سے ہی پوچھ لیا۔

"سنو تمہاری بہن کہاں ہے؟"

"نیچے ہیں.. شاید.. یا اپنے کمرے میں ہوں گی مجھے نہیں پتہ۔" بے تکا سا جواب تھا اس کا۔

"یہ لو تمہاری عیدی۔" شاطرانہ مسکراہٹ کے ساتھ اس نے پانچ سو کا نوٹ اس کی جانب بڑھایا تو وہ چونک گیا۔

"اپنی بہن سے کہو منیب شاہنواز سے آکر اپنی عیدی لے جائیں۔" بچارا احمد کچھ کنفیوزڈ اور خوشگوار حیرت کے ساتھ نوٹ تھام کر نکل پڑا۔

وہ بھی اس قسم کے معاملے میں آن شہباز کا بھائی تھا۔ آن کی بجائے اس نے اپنی تینوں چھوٹی بہنوں سے کہا تھا۔ منیب بھائی عیدی دے رہے ہیں، یہ بات جنگل میں آگ کی طرح پھیلی تھی اور ان تینوں کے ساتھ انس بھی وہاں آدھمکا تھا۔ منیب کا دل کیا احمد کو مسجد کے وضو خانے کی دوڑیں لگوائیں۔ اب تک اس کے ہاتھ اور کمر میں درد تھا چڑیوں اور کوؤں نے سر میں بھی کر دیا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"دیکھو میں اس گھر کا سب سے غریب بے روزگار بندہ ہوں اس لئے یہ ہزار روپے پکڑو احمد کے پاس والے پانچ سو ملاؤ اور آپس میں بانٹ لو۔" اس نے انہیں پھسلانا چاہا۔

"ہم پانچ لوگ یعنی ایک کو سو.. او بھائی جان یہ آپ کا زمانہ نہیں ہے کم از کم پانچ سو دیں ایک کو۔" انس پکا بزنس مین کی اولاد تھا۔

"ابے سالے.. میرے.. رحم کرو مجھ پر ایک تو میں گر پڑ کر آیا ہوں اوپر سے تم لوگ.. نکلو شاباش سب کے سب!" اس نے دانت کچکچائے۔

جانے کس چھوٹے شیطان نے یہ شوشہ چھوڑا تھا اور اس چھپے ہوئے دشمن کی تقلید میں سب ہی نعرے لگانے لگے۔

"عید آئی ہے زمانے میں.. منی بھائی گر گئے غسل خانے میں!"

"نہیں نہیں وضو خانے میں!" انس نے تصحیح کی اور منیب نے کشن اٹھا کر پھینکا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"عید آئی ہے زمانے میں.. منی بھائی گر گئے وضو خانے میں!" احمد پہلا فقرہ بولتا اور فوج آگے سے نعرہ مکمل کرتی۔

وہ لاؤنج میں فون پر سکرول کرتی بیٹھی تھی جب بچوں کا شور سن کر اس طرف آئی۔ وہ سارے اسے تنگ کر رہے تھے کچھ دیر وہ کمرے کے باہر کھڑی ان کی حجت سے محظوظ ہوئی پھر اسے منیب کی حالت پر رحم آ گیا، بچوں نے اس کا کمرا سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ وہ کھلے دروازے سے اندر گئی اور اس کے قدموں سے کشن ٹکرایا سارے بچے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے اور وہ ان پر تکیے پھینک رہا تھا۔ وہ اس کی سنجیدگی سے متاثر ہوئی ہی تھی کہ اس کا بچپنا عروج پر پہنچ گیا تھا وہ سر جھٹکتی کمرے کا دروازہ بجانے لگی۔ سب سمیت منیب بالکل سٹیچو ہو گئے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا ہو رہا ہے یہ؟ انس احمد کیوں تنگ کر رہے ہو بھائی کو؟"

"تمہارے.. تمہارے بھائی کو ایسا کہیے پلیز۔" بھائی نے فوراً اس کا جملہ ٹھیک کیا اور سارے بچے ہنسنے لگے، آن نے ان کے بھائی کو گھورا۔

نور کے علاوہ سارے اس کے بستر پر چڑھے اسے گدگدی کرنے پہنچ گئے تھے اور وہ ہنس ہنس کر بے حال ہوتا انہیں روکنے کی کوشش کرر ہا تھا۔ درمیان میں درد سے کراہ بھی دیتا۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ وہ ان سب کے سر پر پہنچی۔

"بس! چلو سب بھاگو ادھر سے ابھی ورنہ!" اس کے اندر کی بڑی آپی جاگی تو سب تیر کی مانند سیدھے ہوئے۔

ایک ایک کر کے سارے وہاں سے کھسک گئے تھے بس بیڈ کے کونے پر نور فاطمہ کھڑی تھی۔ وہ اسے اٹھا کر بیڈ پر ٹک گئی۔ اب یہاں تک آ ہی گئی تھی تو جنابِ عالی کی مزاج پرسی بھی کرنی چاہیئے۔

"تو عید آئی ہے زمانے میں.." کہہ کر وہ ہنسی۔

"بدتمیز.." وہ بھی ہنس دیا۔ "یہ سارے تمہارے ساتھ اتنے سیدھے اور میرے ساتھ اتنے چلتر کیوں ہیں؟" عجیب سا سوال تھا اس کا۔

"امم.. کیونکہ تم کول سے بھائی ہو.. ان کے۔" وہ آخری فقرہ لگانا نہیں بھولی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اور تم غصیلی آپی ہو۔ ہٹلر دی دی!" اس نے منیب کو گھورا۔

"کیا حال ہے ویسے؟" اس نے سوال کیا۔

"دوپہر سے اب فرصت ملی جناب کو.." اس کے الفاظ شکایتی تھے البتہ انداز سادہ سا تھا۔

وہ دونوں بات ایک دوسرے کر رہے تھے مگر دیکھ ننھی نور فاطمہ کو رہے تھے درمیان میں بیٹھی نور گردن گھما گھما کر دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کہاں چوٹ آئی ہے تمہیں لگ تو بالکل فٹ فیٹ فاٹ رہے ہو۔" اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے کہتی ذرا سا ترچھا ہو کر وہ اس کا ہاتھ دیکھنے لگی۔

"بچت ہو گئی ورنہ ہڈی وڈی ٹوٹ جاتی تو تم کہتی میں لنگڑے لولے سے شادی نہیں کروں گی۔" اس نے منہ بنایا۔

"تمہیں یہ کیوں لگتا ہے اور کیوں کہتی میں ایسا؟" اس نے دوسری بار یہ بات کی تھی سو وہ نظر انداز نہ کر سکی۔

"کیونکہ تم نے چچی سے انکار کیا تھا.. ابامیاں بھی کہہ چکے ہیں تم ہاں کہو گی تو ہی شادی ہو گی۔"

"اور میں بھی کہہ چکی ہوں کہ"..

"کہ..؟" وہ آگے کو ہو بیٹھا۔

"منیب میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔" اس کا مطمع سمجھ کر وہ بھڑک کر کھڑی ہو گئی۔

"ہاتھ تو پہنچے گا نہیں میرے سر تک۔" منیب شاہنواز نے اس کی کھلی اڑائی۔

"میں تم سے بات ہی کیوں کر رہی ہوں؟" اور آن شہباز بریانی کی دیگ سے بھی زیادہ گرم ہو چکی تھی۔

"ارے یار مذاق کر رہا ہوں.. بیٹھو۔"

نور پنڈولم بنی کبھی ادھر ہو رہی تھی تو کبھی ادھر، آن کو غصہ آتا دیکھ اس نے اپنی ننھی انگلیاں اس کے ہاتھوں میں دیں اور اپنی ٹوٹی پھوٹی توتلی زبان میں کچھ کہا۔

"دیکھو بچی بھی کہہ رہی ہے بھابھی بیٹھ جاؤ۔ ہے نا نورے؟" اور وہ تو تھی بھی منے بھائی کی چمچی فوراً سر اثبات میں ہلایا۔

آن نے دونوں کو تپتی ہوئی گھوری سے نوازا دونوں نے اسے دانت دکھائے۔

"بیٹھو نا سیریئس بات کرنی ہے۔" وہ ملتجی ہوا تو آن کو بیٹھ کر اس کی بات سننی پڑی، اسے انکار کرنا بڑا مشکل تھا۔ اسے منانے اور اپنی منوانے کا گر آتا تھا۔

"تم کتنے چالباز ہو منیب!" اس کی باتیں سن کر وہ شاکی ہوئی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں۔

منیب نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ اصل میں باہر جانے کا ارادہ رکھتا ہی نہیں تھا بس گھر والوں کو دھونس دے رہا تھا۔ آن کی نظر میں یہ کافی غیر اخلاقی حرکت تھی۔

"چالبازی؟ واہ بیٹا میں ہمارے روشن مستقبل کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں اور تم چالباز کہہ رہی ہو واہ.. یہ تو وہی ہوا ہمیں تو اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا۔"

"ڈرامہ نہیں کرو.. تم سیدھے سبھاؤ بھی یہ بات کر سکتے تھے۔" وہ سنجیدہ تھی۔

"کر سکتا تھا؟ ریئلی تم نے کی تھی نا؟ تمہیں جانے دیا تھا انہوں نے؟ اسی سڑی گلی کالج سے بیچلرز کروایا تمہیں بھی.. چلو ہم لڑکوں کو تو پھر بھی دور کے کالج جانے کی چھوٹ تھی کہ ہم خود چلے جاتے تھے لیکن تم.. تمہاری قابلیت اس حویلی میں ضائع ہو گئی ہے مان لو اس بات کو۔" گاؤں سے سٹ کر گرلز کالج تھا اور اپنی بہن کی طرح اس نے بھی وہیں سے ڈگری حاصل کی تھی۔ کالج برا نہیں تھا لیکن ایکسپوزر نہ کے برابر تھا۔ نوکری نہ بھی کرنی ہو تو کم از کم کالج تو ایسا ہونا چاہیئے جس کا نام وہ دوسروں کو بتائے تو وہ یہ نہ پوچھے ہیں یہ کون سا کالج ہے؟ وہ جتنی ذہین تھی اس کی ذہانت اتنا کم کام آئی تھی۔ اس کی ڈگری ابھی ابھی ہی تو ختم ہوئی تھی، تازہ تازہ زخم تھا یہ دکھ تو وہ کبھی نہیں بھول سکتی تھی، کیا کیا نہیں کرنا چاہا تھا اس نے.. بی ایس سی اور کمپیوٹرز کرنا تھا اسے ایم ایس سی کا خواب دیکھا تھا اس نے.. اس کے خواب اسے اکثر اداس کرتے تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"چھوڑو نا منّا کیوں یاد کروا رہے ہو وہ سب.." وہ ایک دم ڈھیلی پڑی۔

"بس اسی لئے.. اسی لئے میں نے منگنی کی بجائے شادی کا کہا تھا۔ تا کہ تمہارے خواب پورے کر سکوں۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو آن نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تم اپنے خواب پورے کر لو میرا کیا ہے مجھے تو یہیں رہنا ہے۔"

"وہ تو میں کروں گا لیکن تمہارے خواب پورے کرنا بھی ان میں شامل ہے۔" وہ اس کے سر پر ہلکی سی چپت مار کر بولا۔

"تم چلے جاؤ.. میں دو سال تو انتظار کر ہی لوں گی تمہارا۔" اس نے کہا۔

وہ کیا بول رہا تھا اور وہ کیا کہہ رہی تھی۔ منیب کو ابا میاں کی "میری ذہین بچی" والے تکیہ کلام پر جی بھر کے شک ہوا آیا یہ تھی ان کی سمجھدار عقل مند پوتی؟ جو اس کے اقرار، اظہار اور جذبات کچھ بھی نہیں سمجھ رہی تھی۔

"اوہ انڈین ڈرامے کی ہیروئین نہیں بنو زیادہ! میں نے کہا ہے میں تمھیں یہاں سے لے جانا چاہتا ہوں اپنے ساتھ"!

"کہاں لے جاؤ گے؟"اس کی بھنویں اکٹھی ہوئیں۔

"جہاں بھی ہم دونوں کو ایڈمیشن مل گیا وہاں، ہم رینٹ پر رہ لیں گے میں پارٹ ٹائم جاب کروں گا۔" گویا اس نے سارا کچھ طے کیا ہوا تھا۔

"اتنا آسان لگتا ہے تمھیں یہ سب؟ کتھنی اور کرنی میں فرق ہوتا ہے مسٹر"!

"جی ہونے والی مسز مجھے پتہ ہے لیکن آپ ساتھ دیں گی تو کر گزریں گے یہ بھی! کہو دو گی میرا ساتھ چلو گی دور دیس؟" وہ دریافت کر رہا تھا۔

"پر کیوں تم تنہا نہیں جاسکتے؟" وہ زچ ہوئی۔

"یار تمہارا دماغ کم ہے؟ انسان اپنی محبت سے دور کیسے رہ سکتا ہے؟ وہ بھی حق حلال کی!" وہ پھٹ پڑا۔

"تو گھر سے دور بھی نہیں رہا جا سکتا۔" ایک اور نقطۂ اختلاف۔

"یہ گھر ہے؟ چڑیا گھر بولو اسے.. نہ کوئی آزادی نہ کوئی پرائیویسی، ابھی کوئی دندناتے ہوئے آجائے گا اور سارے ماحول کا کباڑا کر دے گا۔" وہ دل ہی دل میں کڑھ کر سوچ رہا تھا لیکن زبان سے نہ بولا ورنہ آن شہباز نے آن کی آن میں اس کا کباڑا نکال دینا تھا۔

"گھر ہی تو چاہیئے مجھے آنا.. اپنا گھر تمہارا میرا.. ہمارا۔ میں تمہیں بہتر زندگی دینا چاہتا ہوں، اچھا مستقبل تمہاری من مرضی کی لائف.. جس میں آدھی ادھوری آزادی نہ ہو تمہارا جو دل کرے وہ تم کر سکو ایسی زندگی۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"لیکن مجھے حویلی یاد آئے گی۔" وہ نیم رضامند ہوئی۔

"تو ہم آتے جاتے رہیں گے نا.. ویک اینڈز اور ہولی ڈیز پر!" منیب نے اپنی بات پر زور دیا۔

"مگر میں امی ابو، ابا میاں بچے اور سب کے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

"تو میرے بغیر رہ سکتی ہو؟"

"ہر گز نہیں۔" وہ کچھ سوچتی اور سمجھتی اس سے پہلے ہی زبان سے جواب کمان سے تیر کی طرح نکل چکا تھا۔

اور دل کی بات زبان پر آئی تو وہ خود بھی حیران سی اس کا منہ تکنے لگی۔ حیرت زدہ تو منیب بھی تھا کہ آن نے کھل کر اقرار کر لیا تھا۔ آج صبح کے سورج کو مشرق سے اگتے اس نے خود دیکھا تھا لیکن پھر بھی اسے گمان ہوا کہ کہیں سورج مغرب سے تو نہیں نکلا؟ دریا الٹا بہنا سنا تھا آنکھوں سے آج دیکھ بھی لیا، اعتبار کا گلریز لمحہ دونوں کے درمیان آ ٹھہرا اور سب کچھ بہار بہار کر گیا۔ دونوں ہی گنگ سے ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ آن شہباز نے سب سے پہلے ہوش کی دنیا میں قدم رکھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ابا.. ابا میاں بلا رہے ہیں.." وہ اٹھی اور کمرے سے کھسکنے لگی۔

"جو ابھی مجھ سے کہا ہے اپنے ابا میاں سے بھی کہہ دینا تا کہ فیصلے میں تاخیر نہ ہو.. نیک کام میں دیری نہیں کرنی چاہیئے!" اس کے پیچھے منیب شاہنواز نے آواز لگائی اور وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔

اس کے جاتے قدموں نے منیب شاہنواز کی زندگی میں مسرتوں کے در وا کر دیے تھے۔ اس کے قدموں کی دھمک بہاروں کی آمد کا پتہ دے رہی تھی۔ اس کی ہنسی پھولوں کو کھلا گئی تھی۔ کمرے کی دیواروں پر بیلیں اگ کر کھڑکی سے نکل کر حویلی کو سرسبز کر گئیں، بڑی سی حویلی کسی باغباں کی کل متاع معلوم ہو رہی تھی۔ کھلا سا صحن شاداب ہو رہا تھا، املتاس کا درخت پیلے پھول بازوؤں میں سمیٹے کھڑا ان کی آنے والی زندگی پر اپنی بہار لٹانے اور ان پر پھول برسانے کو تیار تھا۔ چھوٹے سے قصبے کا بڑا سا شہر، شہر کی ریاست اور ریاست کا عظیم ملک ہمارے ہیرو اور ہیروئین کو ہیپی اینڈینگ کی مبارکباد پیش کر رہے تھے۔

ان کے ملن کی تاریخ عید کے دو ہفتے بعد کی رکھی گئی اور سات براعظموں کے سات موسموں کے ست رنگی پھولوں نے ان کی مسرتوں میں شرکت کی، سارے بحر اعظم کا پانی ان کی خوشیوں کی خاطر میٹھا ہو گیا تھا۔ کائنات کے کسی ستارے نے زمین کو دیکھا تو زمین ایک باغ جیسی لگی جس میں بس دو پھول کھلے تھے۔ آن اور منیب، کہانی کے اختتام پر ہیرو ہیروئین کا سین نہ ہو تو کیسا لگے گا؟ عجیب!

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

٭٭٭

"منیب ابا میاں کی ویڈیو کال آئی ہے اٹھو جلدی!"وہ پندرہ منٹ سے اسے اٹھا رہی تھی لیکن وہ تو گویا سارے گدھے بیچ کر اصطبل بند کیے سویا تھا۔

"ابا اٹھ گیا میاں۔"وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا،اس کے اوٹ پٹانگ فقرے پر آن کو خوب ہنسی آئی۔

"گڈ بوائے!اب اٹھ گئے ہو تو فٹافٹ فریش ہو جاؤ ورنہ میں واقعی ابا میاں کو بلکہ تایا ابا کو کال کروں گی۔کل بھی تمہاری پروفیسر مجھے شکایت کر رہی تھیں تم روز لیٹ کیسے ہو جاتے ہو؟"

شادی کے بعد جانے منیب شاہنواز نے کون سے تگڑم چلائے تھے کہ ان دونوں کو ایک ہی یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل گیا تھا اور ایک مہینے میں ہی ان کے لیکچروں کی شروعات ہو گئی۔آن دوبارہ بیچلرز کر رہی تھی اس بار اپنے من پسند سبجیکٹس میں جبکہ منیب اپنے پلان کے مطابق ایم بی اے کر رہا تھا۔ایک بڑے شہر کی اعلیٰ ترین یونی میں انہوں نے ایڈمیشن لیا تھا جو حویلی سے تقریباً چودہ گھنٹوں کی دوری پر اور دوسری یونیورسٹیوں کے بالمقابل سب سے قریب تھی۔ابا میاں کے انکار کے باوجود بھی منیب پارٹ ٹائم جاب کر رہا تھا اور یہ ہی وجہ تھی کہ وہ تھک ہار کر جب سوتا تو صبح آنکھ کھل کر نہیں دیتی تھی۔انہیں یہاں رہتے ہوئے دوسرا برس تھا،منیب کا ایم بی اے پورا ہوتے ہی وہ باقاعدہ جاب پر لگ جاتا البتہ آن کے فائنل ایئر کو ابھی سال بھر تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کتنی چالباز ہو تم یار۔" وہ آنکھیں مسلتا اٹھ کھڑا ہوا چہرے پر بے چارگی سی بے چارگی تھی۔

"کتنے کیوٹ ہو تم منے۔" آن کو اس لمحے وہ انتہائی پیارا لگا تھا اور اس نے بات دل تک رکھنے کی بجائے کہہ بھی دی۔

اور تاریخ گواہ ہے کہ منیب شاہنواز پہلا ہیرو ہو گا جو ہیروئین سے زیادہ شرمایا تھا۔ اس کے گندمی گالوں میں سرخی گھل گئی اور سیاہ آنکھیں یکدم ہی چمک اٹھیں۔

"ارے ارے تم تو شرما رہے ہو۔" اس نے اسے چھیڑا۔

وہ سر نفی میں ہلاتا وہاں سے رفو چکر ہو گیا۔ آن نے جب سے دل کی سن کر کہنی شروع کی تھی اکثر اسے گنگ کر جاتی تھی۔ وہ فریش ہو کر آیا تو ناشتہ تیار تھا۔ ان کا چھوٹا سا آشیانہ تھا جسے آن نے سلیقے سے سجایا ہوا تھا۔ ناشتے اور کھانے میں حویلی کے جیسے انواع واقسام کے لوازمات نہ ہوتے تھے البتہ دونوں بخوشی اور سیر ہو کر اللہ کا شکر ادا کر کے کھاتے تھے۔

"اوہ یاد آیا.. ابا میاں سے بات ہوئی تمہاری؟" حویلی کا خیال آنے پر اسے یاد آیا۔

"کل ہوئی تھی کیوں؟" آن نے چائے اس کے آگے رکھی۔

"میری بھی.. کہہ رہے تھے رمضان اور عید حویلی میں کرنا۔"

"رمضان تو مشکل ہے میرے پیپرز ہوں گے.. عید پر چلے جائیں گے۔" اس کا دل اداس ہوا۔

اسے حویلی اور گھر والے بہت یاد آتے تھے۔ ابا میاں، تایا ابو اور چچا کے لمبے لمبے ڈسکشن، امی تائی اور چچی کی کچن میں ہونے والی گہری اور پر مزاح گفتگو اور ان سے میں ملنے والی سیکھ، ان کے ہاتھوں کے عمدہ پکوان بھی! بچوں کے بے تکے کھیل، بھائیوں کی ہنسی مذاق، مزیب اور ثانیہ کی میٹھی نوک جھوک، حتیٰ کہ صحن میں پھدکتے خرگوش، پھڑ پھڑاتے کبوتر، کوکتے مرغا مرغی اور اپنے زرد پھول ان پر برساتا املتاس.. املتاس کے نیچے بچھی مچان اور مچان پر بیٹھے وہ دونوں..

"آپ پھر حویلی پہنچ گئیں مسز منیب؟"

"میں کب سے وہیں ہوں مسٹر منیب۔" وہ مسکرائی۔

"تمہاری ڈگری ہو جائے گی تو ہم چلے چلیں گے وہاں.. مہینے دو مہینے کے لئے۔" حویلی کی یاد تو اسے بھی آتی تھی لیکن یہاں کی شانتی اسے کچھ زیادہ بھاتی تھی۔

"میں تمہارا گلا دبا دوں گی اگر تم نے حویلی چھوڑنے کی بات کی تو!" وہ غصے سے بولی۔

"تمیز سے بات کرو شوہر ہوں تمہارا۔" فرضی رعب جھاڑ کر کہا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

آن نے اسے گھورا، نظریں ملیں اور وہ اپنے قہقہے پر قابو نہ پا سکا اسے ہنستا دیکھ آن بھی زیادہ دیر غصہ قائم نہ رکھ سکی اور ہنس دی۔

*****

ختم شد

"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہونا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آ جائے گی۔'

اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

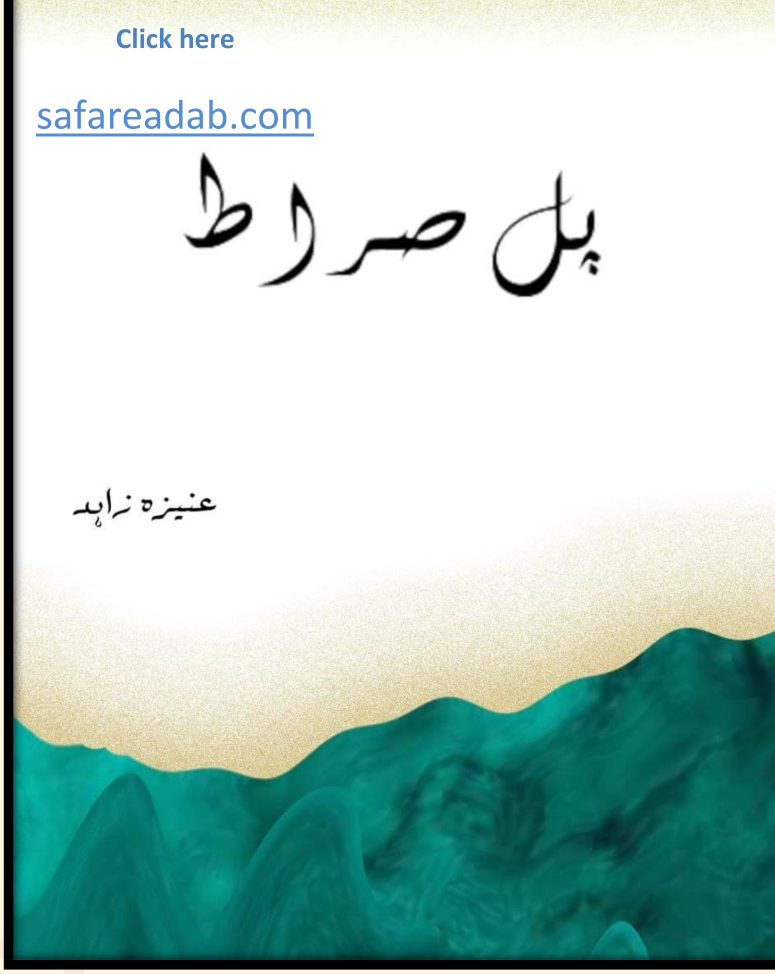

"یہاں دستخط کرو غازہ ! "کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بُری طرح کانپے تھے۔ وہ تو باآسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنالیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی جست میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! "سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"سچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا ادھورا رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلیج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمیٹڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلیج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلیج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ح جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔۔ اللہ۔۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھابھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگِ حبِّ الٰہی تو اترتا نہیں۔۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے تو بچ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پُر یقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ٹائپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آئمہ۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ ور اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زوردار تھپڑ مار دیا۔۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آ چکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور حسن خان وہیں دل تھام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج حسن مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے ہسبنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

ناول تم بن کیسی عید جاناں کی ایک جھلک

ایبہا وہیں کھڑی رہی اس نے ہاتھ اٹھائے اور آنکھیں بند کرلیں بنا آواز کے دعا مانگنے لگی

اسے لگا کوئی اس کے پاس کھڑا ہے اس نے اپنا وہم سمجھا

عید کا چاند مبارک اس کے کانوں کے پاس سرگوشی ہوئی ایبہا نے کس کے اپنی آنکھیں بند کرلیں

کیا مجھے مانگ رہی ہو پھر سرگوشی ہوئی اس نے جلدی جلدی آیتلکرسی پڑھ کر اپنے اوپر پھوکا اور ادھر اُدھر دیکھے بنا ان تینوں کی طرف چلی گئی جو اس سے کچھ دوری پر اس کی طرف پشت کئے کھڑی دعا مانگنے میں بزی تھیں

ارے ہادی اس کی اس حرکت پر ہکا بکا کھڑا رہ گیا

☆☆☆☆☆☆☆

وہ سیڑھیوں پر سر دیے بیٹھی تھی جب کوئی اس کے پاس آکر بیٹھ گیا

اس نے سر نہیں اٹھایا اسے پھر اپنا وہم لگا تھا

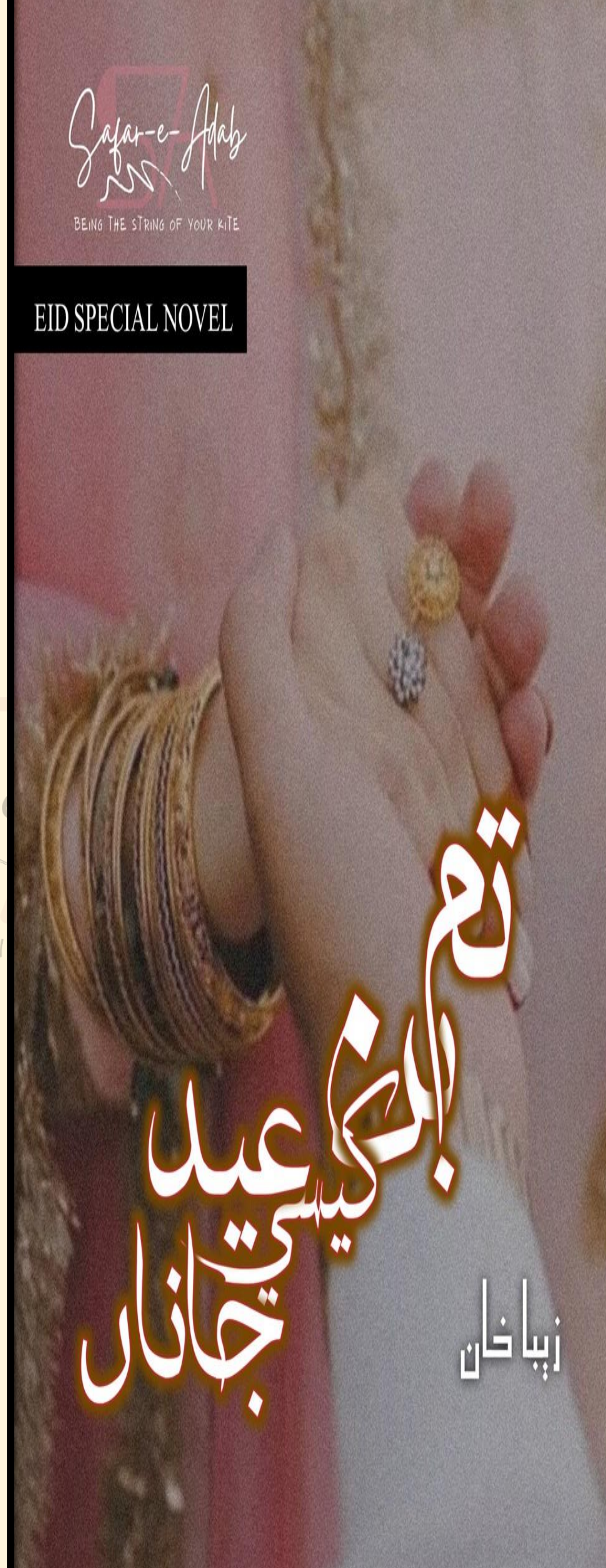

مجھے لگتا ہے تمھیں ڈاکٹر سے اپنا چیک اپ کرانا چاہیے

اس بار ایہانے سر اٹھا کر اپنی بائیں طرف دیکھا تو وہ دُشمن جاں کو بیٹھا پایا ایہانے ہاتھ بڑھا کر اسکے بازوں پر چٹکی کاٹی

وہ اس اچانک چٹکی کاٹنے پر چیخ پڑا

تم کیا واقعی پاگل ہو گئی ہو ہادی نے اپنا بازوں سہلاتے ہوئے کہا

آپ کب آئے ہادی کی بات اگنور کر اس نے پوچھا

شکر ہے تم نے بات تو کی ورنہ مجھے اگنور ہی کرنے پر لگی ہو

میں نے کب آپ کو اگنور کیا اس نے اچنبھے سے پوچھا

جب تم دعا مانگ رہی تھیں اور مجھے کوئی شئے سمجھ کر آیتلکرسی پڑھ کے میرے اوپر پھونک مار کر آگے گئیں ہادی نے دانت کچکچاتے ہوئے اسے جواب دیا

آئی ایم سوری ہادی مجھے لگا میرا وہم ہے اسے اب اپنی حرکت پر افسوس ہو رہا تھا

لیکن آپ تو آنے والے نہیں تھے زرین کل رات کہہ رہی تھی دو چار دن اور لگ جائیں گے ایہانے کل رات والی بات یاد کرتے ہوئے ہادی سے پوچھا

ہاں وہ میں نے ہی زرین سے کہا تھا یہ بولنے کو تمہارے سامنے ہادی نے کان کھجاتے ہوئے کہا اور میرا کوئی ارادہ بھی نہیں تھا کام تو واقعی رہ گیا ہے

آپ بہن بھائی مل کر میری فیلنگز کے ساتھ کھیل رہے تھے اس نے لاسٹ والی بات کو اگنور کیا وہ اٹھ کر جانے لگی

ارے سوری یار معاف کر دو ہادی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا

آپ بہت خراب ہیں ہادی

جو بھی ہوں اب بس تمہارا ہوں ٹھیک کر دینا ہادی احمد کی روح میں سما گئی ہو تم تمہارے بغیر تو اب سانس لینا بھی مشکل کام لگتا ہے

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہادی نے اپنی دائیں طرف بیٹھی اپنی شریکِ حیات کو دیکھا

ہادی چونک گیا وہ بنا آواز کے رو رہی تھی

اس کے اس طرح رونے پر وہ گھبرا گیا یار سوری پلیز رونا بند کرو پلیز یار سوری نہیں کروں گا کوئی مذاق آئندہ

ہادی نے پیچھے سے ہاتھ لے جا کر اسکے کاندھے پر رکھا اور اپنے قریب کر لیا

وہ رونا بھول کر اسے دیکھنے لگی اور خود کو اس سے الگ کیا

یار بڑی عجیب ہو تم بھی خود کہتی ہو میں رومانٹک نہیں ہوں اور خود مجھ سے دور بھاگتی ہو ہادی نے کھسیا کر کہا

میں نے ایسا کب کہا ایہانے حیرانی سے پوچھا

ابھی اس دن تو کہیں رہی تھیں چھت کی طرف منہ اٹھائے ہادی نے اسے اس دن والی بات یاد دلائی

ہادی کی بات پر وہ یاد کر کے جھینپ گئی

ایہانے بات بدلتے ہوئے کہا آپ نے بتایا نہیں آپ کہہ رہے تھے آپ کا کوئی ارادہ نہیں تھا آنے کا ایہا کو اس کی تھوڑی دیر پہلے کہی بات یاد آئی

ہم تھا تو نہیں لیکن

"تم بن کیسی عید جاناں"

ہادی نے یہ کہا پھر اسے اپنے قریب بٹھا لیا ایہانے بھی خود کو اس سے دور کرنے کی کوشش نہیں کی اور ہادی کے کندھے پر سر رکھ اپنی آنکھیں موند لیں

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں۔

safareadab.com

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جا سکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب